غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۹	سائنس کی	سائنس کی ترقی	۷	۱۸	بلغی	بلغنی
۳	۵	پا پا	ا ا	۷	۱۹	عن عبیدۃ	عن ابی عبیدۃ
۳	۱۷	خلقت	صفت	۷	۲۰	بخنہ	عند
۴	۸	وہ کیسا	وہ واقعہ کیسا	۷	۲۱	ابی اسعود	ابی السعود
۵	۲۰	انھیں	اس میں	۱۰	۱۷	فنا ہوتے	فنا نہ ہوتے
۷	۱۳	ہوگا	ہوگا شہ	۱۱	۹	رہ	وہ
۷	۱۴	ہوگی	ہوگی ۹شہ	۱۲	۱۸	نامعقول	نامعقول باتیں
۷	۱۵	ہوگی	ہوگی نلے	۱۲	۲۳	چلایا جائے	جلایا جائے
۷	۱۵	ہی کہلٹری	ہی ہی کہلٹری	۱۵	۵	نتیجہ کیا نکلا؟	نتیجہ کیا نکلا؟
۷	۱۶	امثال القواطیس	امثال القراطیس	۲۲	۱۰	ملائی	ملاپی
۷	۱۷	عن المغنی	عن المثنی	۲۲	۱۳	بھنکار ہنگا	بھٹکار
		عن الغنی	عن المثنی	۲۲	۲۱	اس کی	اسی کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۲	بلکہ	ملکہ	۶۲	۱	دوڑتے	دوڑاتے
۲۶	۳	قنام قلب	مقام قلب	۶۴	۲۳	ہلکارنے والا	للکارنے والا
۲۹	۲۱	جاتے	جائیں	۶۷	۱۴	یہاں	یہاں تک
۳۱	۱۷	آیت نشان ہیں	آیت نشان میں	۶۷	۱۷	پیچھے تھی اٹکاؤ	پیچھے اٹکاؤ ہے
۳۲	۱۵	نہو	بنو	۶۷	۲۲	اور اگر پیچھے	اور اگر پھر پیچھے
۴۴	۲۴	جلد صفحہ ۳۵ و ۳۶	جلد ا صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶	۶۹	۱	زیادہ	زیادہ قریب
۴۵	۲۱	رکھتے ہوئے	رکھتے تھے	۶۹	۸	کیا جہاں تک آیا ہی	کیا جہانک آتا ہی
۴۶	۱	نے قالینوں سے	زیر قالینوں سے	۶۹	۱۱	لینا	لثبا
۴۶	۷	لیموکے خموں	لیموکے چمنوں	۷۰	۱۵	دائمی	.
۴۸	۴	تو پہ چیز	توجہ چیز	۷۱	۱	ابت	امت
۴۹	۱۱	دیتلے ہے	.	۷۳	۱۹	زانسدیون	فریسیون
۴۹	۲۰	بعض کو برتری	بعض کو بعض پر برتری	۷۴	۲۰	اہی اہی	اپنی اپنی
۴۹	۲۰	توجن کی	توجن کو	۷۵	۲۲	دی انکادس	ری انکارنیشن
۵۰	۲	جبر و تعد	جبر و قدر	۷۶	۹	ویدیا تھا	دیدیا ہے
۵۱	۱۹	بیموقع ہوگا	بے موقع نہوگا	۷۷	۱	بعض الامتقدین	بعض الاساہین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۷	۱۳	امام ثعلبی رح	امام تعلبی رح
۷۷	۱۶	میماند	میخانید
۷۸	۲۰	اکثرہا	اکثرتا
۷۸	۳	قعربیت	مقربیت
۷۸	۵	امالیہ	امامیہ
۸۰	۱۴	بیدادم	پنداز ذ
۸۰	۱۹	بیداری	پنداری
۸۱	۱	ناتم	یابم
۸۱	۴	احضاء	احضار
۸۱	۸	مرتازین	مرترااین
۸۶	۱	قیدسے	قبرسے
۸۶	۱۶	جلد اٹھا جائینگے	جلا اٹھائے جائینگے
۹۴	۱۰	آپ کا	ان سکا
۹۷	۱۶	ان کے	انسان کے
۹۸	۶	خیرہ	خیرپر
۹۸	۱۰	ماشاءاللہ ھی	ماشاءاللہ کی
۹۸	۱۵	مکرر سنرا ہوتی ہے	مکرر سنرا ہوگی
۹۹	۱۰	تشرکو	.
۱۰۸	۱	جنم	جسم
۱۱۱	۱۰ و ۱۱	اس سے	اس زمین سے
۱۱۱	۱۹	پیدائش ہوا ہے	پیدائش ہو رہی ہے
۱۱۱	۲۰ و ۲۱	آیت میں تصدیق	ایک یقین تصدیق ہے
۱۱۲	[illegible] ۲۱	اور ہماری خلافت خلاف کے تین	حکومت اور اجتہاد کا مادہ سلب کرلیا گیا
۱۱۷	۲۴	اور وہ تکلیف	اور نہ وہ تکلیف
۱۲۱	۱	اس قسم کا	اس سے کسی قسم کا
۱۲۲	۹	منسوبم	سنسوریم
۱۲۴	۷	یون ہی تھا	یون ہی بنا
۱۲۴	۲۱ و ۲۲	توآنا ثابت نہیں	تو اثنا ثابت نہیں
۱۲۸	۱	اثر ہونا	اثر نہ ہونا
۱۲۸	۷	قناعت	قیامت
۱۲۸	۷	بیان کر رہی ہیں	بیان کر دی ہیں اور تمام نسخ کی بھی تعریف اور فوائد کر دیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

محمد وصلی

مثنوی اسرار تناسخ مولفہ مولوی محب حسین المتخلص بہ محب ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کے شائع ہوجانے کے بعد مضامین مذکورہ کے متعلق لوگوں کے خیالات کا جو اندازہ معلوم ہوا اس سے پتہ چلا کہ معاملہ قیامت کے نسبت اہل اسلام کے خیالات مختلف ہیں اور مثنوی مذکورہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ از بس مجمل ہے۔ لہذا میرے چند معزز احباب نے مجھ کو اس امر پر مجبور کیا کہ اس بیان کو کسی قدر واضح کرکے شائع کروں تاکہ اس مضمون پر جو اسلام میں ایک معرکتہ الآرائی حیثیت رکھتا ہے روشنی پڑے اور اہل اسلام اس مضمون پر غور کرکے اس معاملہ کو اپنی اصلاح حال کا ذریعہ بنائیں۔

اکثر مسلمانوں کی جیسی کچھ دینی و دنیوی حالت ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ نہ تو علم دین سے ان کو دلچسپی ہے نہ علم دنیا سے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دین بھی برباد اور دنیا کی ذلت و مصیبت میں مبتلا ہیں اس کی زیادہ تر ذمہ داری ان کے والدین پر ہے۔ جہاں بچہ میں ذرا شعور پیدا ہوا اس کو انگریزی مدرسہ میں بھیجدیا۔ نہ تو اس کو مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور نہ اسلامی آداب و اخلاق کی تفہیم۔ اب چونکہ وہ مدرسہ کی معقولی تعلیم حاصل کرتے ہیں تو مذہب کی تعلیم جس کی بنیاد محض اعتقاد پر ہے اُن کی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اقلیدس کی شکل کے مطابق مذہب کی تفہیم ہو۔ ان کے سرپرست خود اس طریق سے نابلد وہ کیا ان کی تفہیم کرسکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جو مدرسہ میں تعلیم مغربی حاصل کرکے نکلا ہے مردود ٹھہرایا جاتا ہے۔ یا جبراً اعتقاد پر مجبور کیا جاتا ہے اس کا جو کچھ نتیجہ ہوتا ہے اس کے اظہار کی مجھ کو ضرورت نہیں۔

دنیا کے مذاہب پر غور کیا جائے تو یہ امر بدیہی طور پر ثابت ہے کہ تمام مذاہب کا اصل جوہر مذہب اسلام ہے اور یہی دین القیم ہے جو ابتدائے آفرینش سے قائم رہا اور قیامت تک قائم رہیگا اسی دین کو وقتاً فوقتاً کفر و شرک سے پاک کرنے کے لیے دنیا کے ہر حصہ میں ہر قوم کے لیے انبیا مبعوث

ہوتے رہے اور باالآخر جناب رسالت مآب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایسا پاک و صاف کردیا کہ اس کی توحید میں پھر کبھی کوئی فرق نہیں آسکتا اور اسی دین متین نے تمام نقائص کو دور کرکے ان کو فطرت کے مطابق کردیا۔ اسی کی نسبت خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

30:30 فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ۳۰:۳۰ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

باوجود اس کے اگر اس کی تعلیم میں ایسے ہی نقائص نظر آئیں جیسے کہ قدیم ادیان میں مختلف وجوہ کے عائد ہوتے تھے۔ جن کے دور کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً پیغمبر مبعوث ہوتے رہتے تو پھر دینِ "اسلام" کی خصوصیت قابلِ لحاظ نہیں رہ سکتی۔

مغربی علوم نے دماغی قابلیت کو بہت اجلا بنا دیا ہے اور روز بروز سائنس کی ترقی اور صنعتوں کی معجز نمائی نے دنیا نوی خیالات کا تار و پود بکھیر دیا ہے اور جدید تعلیم کی برکتوں کی بدولت انسان اپنی سمجھ میں ایک ہزار برس قبل کے لوگوں کے مطابق فہم رکھے نہایت دشوار ہے۔ اگر زمانہ کے خیالات کے مطابق ہمارے خیالات ہوں تو ممکن ہے ہم بھی کچھ ترقی کرسکیں۔ ہماری موجودہ مذہبی تعلیم کا جدید سائنس کے مقابل کھڑا ہونا بہت دشوار ہوگیا ہے اور متمدن اقوام یورپ و امریکا کا یہ خیال ہے کہ اسلام میں وہ وسعت پائی نہیں جاتی جو دنیا کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے وہ اسلام کو قابلِ لحاظ نہیں قرار دیتے۔ یہ ستم ہمارے علماء کی اس بے اعتنائی کی بدولت ہے جو ان کو دنیوی علوم سے ہے اگر دینی علوم کے ساتھ ساتھ وہ دنیوی علوم پر توجہ کرتے تو ان کو موجودہ نقائص کا پتہ چلتا۔ مگر وہ اپنے علوم پر اب بھی قانع و صابر ہیں اگر بعض بعض علماء میں کچھ جس ترقی پیدا ہوئی ہے وہ ایسی جیسے سراب۔ اس سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جبتک کہ دنیوی علوم کے پورے ماہر ہو کر دینی علوم کے مجتہد نہ ہوں گے ان قدیم خیالات کا استیصال غیر متیقن ہے۔

دنیا کے علوم کی دو حیثیتیں ہیں ایک وہ جس کو انگریزی زبان میں تھیوری کہتے ہیں جس کے معنی قیاس نظری کے ہیں۔ نظری اس وجہ سے ہے کہ اس قیاس کے دلائل ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچے۔ اس کی متعلق آئندہ بہت کچھ مباحثے ہو سکتے ہیں اور زمانہ کا تجربہ اس پر بہت کچھ روشنی ڈال سکتا ہے اور دوسرا سائنس اُس علم کو کہتے ہیں جس کے دلائل ناقابلِ تردید ہیں۔ گویا وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا۔ مسلمانوں نے ان ہر دو

امور کو خلط ملط کر کے اپنی یہ رائے قائم کر لی ہے کہ مغربی تعلیم کے خیالات ہمیشہ متزلزل ہوتے ہیں۔ آج کچھ رائے قائم ہوتی ہے اور کل اس کی تردید ہو جاتی ہے جو ہمارے خیالات ہیں وہی صحیح ہیں۔ بس یہی خیال ترقی کے سب مدارج کا تباہ کرنے والا ہے۔ حالانکہ سائینس علم یقینی و قطعی کا نام ہے۔ جس وقت اور جس زمانہ میں اس کے اصول کے مطابق عمل کیا جائیگا اس سے وہی نتیجہ برآمد ہوگا جیسا کہ اس وقت دعویٰ کیا جاتا ہے البتہ جس حد تک تھیوری ہے وہ متزلزل حالت ہے۔ اس کے نسبت یہ خیال صحیح مانا جا سکتا ہے۔ سائینس کے متعلق ایسے خیالات کسی طرح صحیح نہیں مانے جا سکتے۔ خصوصاً ان اصحاب کے جو علم مذکور سے بالکل ناواقف ہیں یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ جس علم سے واقفیت نہ ہو اس علم کی نسبت اپنے آرا ایسے اطمینان کے ساتھ ظاہر کیے جائیں گویا کہ اس علم کے پورے ماہر ہیں اور در اصل یہی غلطی ہماری ترقی کی مانع ہے اور اسی قسم کی غلطی کلام اللہ کے معنی کرنے میں بھی برتی گئی ہے اور علوم معقول کی حیثیت بالکل مہمل ٹھیرائی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ علوم اس پایہ کے ہیں کہ اس فن کے راسخ علماء ان کی سچائی پر حلف کر سکتے ہیں اور جو اصحاب ان کو بے وقعت ٹھہراتے ہیں اگر وہ ان علوم کو حاصل کریں تو فوراً بلا توقف ان کی سچائی کا اعتراف کریں گے۔ یہی اسباب ہیں جس کی وجہ سے ہمارے علماء کی نظریں اپنے نقائص پر نہیں پڑتیں ہم کو کلام اللہ کے معنی میں سائینس اور نیز دوسرے علوم اور معقولیات سے بھی مدد لینی چاہیے اس وقت کلام اللہ کے معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ جس مذہب کی بنیاد فقط اعتقاد پر مبنی ہو ایسا مذہب عموماً پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اہل یورپ اور امریکہ عیسائیت سے بیزار اور عملاً دہریت کو تفوق دیتے ہیں مگر مذہب اسلام ایسا نہیں ہے۔ اس کے جملہ بیانات معقول اور مدلل ہیں۔ کلام اللہ کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے عالم کا انتظام حکمت سے کیا ہے۔ قدرت کی صفت حکمت ہے۔ اگر حکمت کا لحاظ نہ کیا گیا فقط قدرت پر اس کا حصر ہو تو وہ کارخانہ پائدار اور اس سے کسی قسم کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ آگ کا فعل جلانا ہے۔ اگر آگ کسی وقت جلائے اور کسی وقت نہ جلائے تو پھر سنت اللہ پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے۔ غرض سبب اور مسبب کے درمیان لزوم کا انکار کرنے سے واجبات ضروریہ پر سے اعتبار اٹھ جائیگا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب اسی ایک واقعہ کو لیجیے جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۙ — تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے ایک دھواں

يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔۔ ظاہر ہو جب لوگوں پر چھا جائے یہ ہے عذاب دردناک

جو ظاہر ہو جب بھانپ نے گھیرا لوگوں کو

Mushroom Cloud / Hiroshima 44:10-11

آسمان پر دھواں چھانے کی تعبیر کس طرح پوری ہوئی۔ اس کو تمام علماء قبول کرتے ہیں کہ اس کا وقوع ہو چکا۔ خدا کے جتنے کام ہیں وہ فطرت اور سنت کے مطابق ہوتے ہیں اس میں کسی قسم کے عجائبات اور نوادر کو دخل نہیں۔ معاملہ بالکل دوسرے معمولی کاروبار کی حیثیت سے اسباب کے ساتھ عمل میں آتا ہے جب اس کا ظہور ہو چکتا ہے۔ اس کی شان داری ایسی غیر معمولی ہوتی ہے کہ گویا فوق الفطرت ایک فعل وقوع میں آیا۔ آیت بالا کے واقع میں اگر اس کے اسباب نہ معلوم ہوتے تو واقعہ مذکورہ بھی عجائبات و نوادرات میں شریک ہو سکتا تھا جب واقعہ مذکورہ کے سب موجود ہیں تو اس پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ خدا ایسا قادر اور حکیم ہے وہ اپنے کاروبار کے اسباب ظاہر نہیں کرتا اور نہ اس واقعہ کے متعلق ظاہر فرمایا چونکہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اس سے اس کے اسباب کا پتا چلا۔ جب اسباب کا پتہ چلے خواہ وہ کیسا ہی عظیم الشان ہو ایک معمولی حیثیت کا ہو جاتا ہے۔ کلام اللہ نے ایسے ہی کاروبار کو آیات کا نام دیا ہے جس کو علماء نے معجزات[1] فوق الفطرت یا فوق العادت تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی بات فوق الفطرت اور فوق العادت نہیں ہے اور نہ اسباب متروک ہوتے ہیں۔ اسی معاملہ نے ہر ایک معاملہ میں جدت پسندی اور عجائب پرستی کا شوق جملہ ادیان میں پیدا کر دیا ہے اور یہی معاملہ ہے جس نے کلام اللہ کی معقولی اور حکیمانہ تعلیم کو محض قدرت کا جامہ پہنا دیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان اپنے خیالات پر اڑے ہوئے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ نے ہمیں صاف الفاظ میں بتلا دیا ہے کہ:-

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۝ ۴۸ : ۲۳ یہ اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے تم اللہ کے دستور میں کبھی تبدیل نہ پاؤ گے۔

48:23

فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ۝ ۳۵ : ۴۳ اللہ کا دستور بدلتا اور نہ اللہ کا دستور ٹلتا۔

35:43

قرآن کریم سے زیادہ معتبر اور قطعی دلیل اس دنیا میں اور کیا ہے جو ہم قطعی دلائل کو متروک کر کے ظنی استدلال کو لیے بیٹھے ہیں۔ کلام اللہ نے جن الفاظ سے اس کا اظہار فرمایا ہے ظاہر الفاظ کے

---

[1] معجزہ ایسے واقعہ کا نام ہے جس کے اسباب کا کامل علم نہ ہونے سے اس کی تصریح و تفہیم میں انسان عاجز ہو جائے اس عجز کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس واقعہ کے اسباب ہی نہ تھے یا وہ فوق العادۃ ظاہر ہوا۔ ہمارا عجز اس کے بلا سبب وقوع پر دلالت نہیں کر سکتا۔

لفظی معنی سے قانون خداوندی کا ٹوٹنا صحیح نہیں مانا جا سکتا۔ اِن ابواب کو آیات متشابہات میں شریک کرنا اس سے بہتر ہے کہ فرمان خداوندی کو بے اثر کریں۔ جس بنیاد پر ہم قانون خداوندی کو بے اثر بنانا چاہتے ہیں وہ بنیاد بالکل کھوکھلی اور بے اعتبار ہے۔

معمولی حیثیت سے اسباب کے ساتھ جو کاروبار ہوتے ہیں وہ پائدار اور ہر زمانے کے لیے دلیل ہوتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں کاروبار میں دو امور ایسے دائمی اور جاوید یادگار رہیں جو اس دنیا کے قائم رہنے تک باقی رہینگے اور ہر وقت اس کا ثبوت منکرین کے زبان و قلم سے بے ساختہ نکل آئیگا۔

اوّل یہ کہ ایسا یتیم و بیبر جس کی وجاہت کچھ نہ تھی اور دماغی قابلیت کے نسبت اس زمانہ کے کسی اُستاد کے پاس ایک دن بھی نہ بیٹھا ہو اور ایسی قوم میں نشو ونما پائی ہو جس کی ساری زندگی وحشیانہ لوٹ مار، خونریزی اور بے حیائی کے کاروبار میں صرف ہوئی ہو ایک ایسا مشن (یعنی پیغام) کا بوجھ باوجود اس بے کسی و بے بسی و بے حیثیتی کے اپنے دوش پر لیے ہوئے یہ دعوے کرے کہ میں کل عرب میں اسلام کو پھیلا دوں گا اور شرک و کفر کو عرب سے مٹا دونگا اور اس کا یقین اس درجہ کا ہو کہ ایسی بے کسی کی حالت میں اس کی زبان سے یہ کلمات نکلیں کہ آخر میں ہی کامیاب ہونگا۔ دنیا کے عجائب حالات میں داخل کرنے کے قابل ہے۔ اس کا اقرار خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں سے سُن لیا جائے۔ دوستوں کی بھی ضرورت نہیں۔

دوسرا ایسے اُمّی شخص کے زبان معجز بیان سے وہ کلام جاری ہو جو بہ حیثیت بلاغت و فصاحت بلغا و فصحائے عرب کو مفلوج کر دے۔ وہ فلسفہ[1]، حکمت اور اخلاق کا لاثانی نمونہ ہو جائے جس کی نظیر دنیا میں ملنی محال ہے۔

---

[1] مذہب یا عقیدہ اور شے ہے حکمت اور فلسفہ اور شی ہے۔ قرآن عقیدہ اور مذہب کی درستی کے واسطے نازل ہوا ہے نہ کہ حکمت و فلسفہ کی تعلیم دینے کے لیے۔ البتہ اس میں حکمت اور فلسفہ کی بہت عمدہ باتیں ہیں جو بہ سبیل تذکرہ آ گئی ہیں تذکرۃً بھی اس لیے اور فقط اس حد تک کہ اصل عقیدہ و مذہب اچھی طرح انسان کے ذہن نشین ہو جائے

اگر موجودہ زمانہ کے کاروبار کی حیثیت سے دیکھا جائے تو مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا جنھوں نے باوجود اپنی بےحیثیتی اور بے سروسامانی کے بڑی بڑی یورپ کی دولتوں کے مقابلہ میں صلحنامہ سیورے کو ٹھکرا دیا اور ایک ادنیٰ امتی کی حیثیت سے وہ کام کیا جس کو بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہ نہ کر سکے یہ کیا ہی؟ یہ ہی وہ اسلامی شان کا نمونہ جس کو خدا نے مصطفیٰ کمال اور عصمت پاشا کے ذریعہ بتلایا۔ جس سے تمام عیسائی دنیا کی عقل چکر میں ہی۔ گو مصطفیٰ کمال نے اپنی بشری حیثیت سے سب کچھ کیا۔ اب نتیجہ کے متعلق غور کیا جائے تو یہ ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہی۔ ان واقعات میں نہ کوئی جدت ہی نہ عجائبات نہ کرامت ہی۔ جملہ کاروبار اپنی معمولی حیثیت سے ظہور میں آئے۔ یہ سب اسی کلام اللہ کی تعلیم کا نتیجہ ہی جس کو قوت ارادی کہتے ہیں اور یہ وہ حالت ہی جو خدائی طاقت کہلاتی ہی اور یاد رہے کہ جب تک یہ تعلیم اپنے اصلی مرکز پر رہے گی ہر کام درست رہیگا۔ ورنہ اس کے مقابل کوہ ہمالیہ سا عظیم الشان پہاڑ ٹھوکروں میں ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اسی لیے کہا جاتا ہی کہ اگر تم اپنی قوت ارادی سے کام لوگے اور اس کو ترقی دوگے تو تم دنیا میں جیسا رہنا چاہوگے رہوگے۔ یہ سب ہمارے آنکھوں کے سامنے کے واقعات ہیں۔ ہماری نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔

کلام اللہ کے معنے کرنے میں علماء کو جو دشواریاں اور دقتیں واقع ہوئیں۔ اس کی نظیر میں ایک آیت پیش کی جاتی ہی۔ جس کے ملاحظہ سے خود بخود اس امر کا اندازہ ہو جائیگا۔ کہ عجائب پرستی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ آیت مذکور یہ ہی:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہم ان کو
نَارًا ط کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ آگ میں داخل کریں گے جب ان کی کھالیں
جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۵۶ جل جائیں گی تو ہم اس غرض سے کہ وہ عذاب
چکھیں گی ہم اُس کی جگہ اُن کی دوسری
کھالیں پیدا کریں گے۔

ان کے نسبت مؤلف محکمات مجلد اول نے جو بحث کی ہی وہ بجنسہ یہاں نقل کی جاتی ہے

دہو ہذا

یہ مضمون سورۂ نساء میں مذکور ہے۔ بظاہر ایک سلجھی بات ہے۔ لیکن دقت آفرینی و عجائب پسندی کی بنا پر جو شاخیں نکالیں، جیسے۔ جیسے شگوفے پھوٹے اور تفسیروں میں جس نہج پر اس قسم کی روایتیں پھلیں پھولیں ان کے نظارے عجیب پر لطف ہیں مثلاً

الف۔ دوزخیوں کی جب ایک کھال پک کر گل جائے گی تو دوسری کھال جو چڑھے گی اس کا رنگ سفید کاغذ جیسا ہوگا[1]

ب۔ کھال چالیس گز کی ہوگی دانت ستر گز کے اور شکم اتنا فراخ ہوگا کہ ایک پہاڑ اس میں سما جائے[2]

ج۔ دن بھر میں ۷۰۔ ستر مرتبہ گل جایا کرے گی اور نئی کھال چڑھا کرے گی[3]۔

د۔ روزانہ ستر ہزار کھالیں آگ سے گل جایا کریں گی ہر کھال چالیس گز کی موٹی ہوگی[4]۔

ہ۔ دن میں سو سو مرتبہ نئی کھال بدلی جائے گی۔[5]۔

و۔ آگ ان کھالوں کو روزانہ ستر ستر ہزار مرتبہ کھا جایا کرے گی اور ہر مرتبہ کھال از سر نو جمے گی[6]

ز۔ جسم اتنا لانبا اور چوڑا کر دیا جائے گا کہ ایک تیز رفتار سوار کے لیے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں تین دن کی مسافت ہوگی[7]۔

(ح) دانت کوہ احد جتنے بڑے ہوں گے اور جسم کا موٹاپن تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔[8]

(ط) نئی کھال جو پیدا ہوگی وہ دوزخیوں کے گوشت ہی سے بنی ہوگی[9]

(ی) نئی کھال جو بدلی جائے گی وہ اصل میں ذات کی تبدیلی ہوگی۔[10]

---

[1] قال ابن جریر حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ثویر عن ابن عمر قال اذا احترقت جلودہم بدلنا ہم جلوداً بیضاً امثال القراطیس

[2] عن المثنی عن اسحاق عن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع قال الخ

[3] عن المثنی عن سوید بن نصر عن ابن المبارک قال بلغنی عن الحسن الخ [عن المثنی]

[4] عن القاسم عن الحسن عن ابی عبیدۃ الحداد عن ہشام بن حسان عن الحسن۔

[5] زعم ابو سعود العمادی ان ہذا الآیۃ قرئت عند عمرؓ فقال معاذ بن جبل عندی تفسیرہا یبدل فی ساعۃ مائۃ مرۃ۔

[6] قال الحسن تاکل ہم النار کل یوم سبعین مرۃ (ابو سعود)[7] عن مزاعم ابی السعود عن ابی ہریرہ۔

[8] ابو سعود عن ابی ہریرہ۔

ان روایتوں پر خود مفسرین نے اعتراض کیے ہیں اور بات بنانے کے لیے پھر جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ جب ان منکروں کے کھالڑیاں پک کر گل اُٹھیں گی تو ہم ان کے علاوہ دوسری کھالڑیاں بدل دیں گے؟"

کیا یہ جائز ہے کہ ان کھالڑیوں کے علاوہ جو دنیا میں ہی تھیں دوسری کھالڑیاں بدل جائیں اور ان میں عذاب ہو۔ پھر اگر جائز ہے جہاں نئی کھالڑیوں پر عذاب ہونے کا جواز تسلیم کرتا ہے تو یہ بھی جائز مان لو کہ دنیا میں جو روحیں اور جسم تھے وہ بھی بدل جائینگی اور تبدیل شدہ (نئے) اجسام وارواح پر عذاب ہوگا۔ یہ بات اگر جائز ٹھہری تو ہم کو لازمی طور پر ماننا پڑیگا کہ آخرت میں آگ کا عذاب جن لوگوں پر ہوگا وہ ان لوگوں کے علاوہ ہونگے جن کے انکار و نافرمانی پر خدا نے انھیں عذاب کی دھمکی دی تھی کافروں سے عذاب اُٹھ جائیگا [1]

پھر لکھتے ہیں :-

دوزخی کافروں کی کھالڑیاں جل نہ جائینگی اس لیے جل جانے کا تو یہ مطلب ہوا کہ وہ فنا ہو جائینگی اور ظاہر ہے کہ فنا ہو جانے میں ان کے لیے راحت و آسائش ہے اللہ تعالیٰ اس بارہ میں خبر دے چکا ہے کہ دوزخی نہ تو مرینگے اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ کافروں کی کھالڑیاں ان کے جسم ہی کی ایک جز ہیں جسم کا کوئی جز اگر جل کر فنا ہو جائے اور پھر فنا ہونے کے بعد آگ ہی میں اس کا اعادہ بھی ہو تو ایک جزو میں ایسی کیفیت کو ماننے سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہی کیفیت تمام اجزا کے لیے بھی جائز ہے۔ یعنی ہر جزو بدن اور پورے جسم کا یہی حال ہو سکتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دوزخیوں کے جسم کا فنا ہو جانا پھر از سر نو پیدا ہونا مرنا پھر زندہ ہونا جائز ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ دوزخیوں کو موت نہ آئے گی۔ اور یہ ایک کھلی ہوئی دلیل اس دعویٰ کی ہے کہ ان کے جسم کے کسی جزو پر موت لاحق نہ ہوگی۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کھالڑی جسم کا ایک جزو ہے [2]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹ [5] قال اسدی انہ تعالیٰ یبدل الوجود من لحم الکافر فیخرج من لحمہ جلد الاخری (رازی) [10] قال النیشاپوری جزم صاحب الکشاف بان المراد ان ہذا التبدیل ہو تغیر الذات فلہذا فسر التبدیل ما الابدان (زمخشری و نیشاپوری)۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۸۴ [2] تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۸۵

یہ اعتراضات معترضین کی زبان سے ادا کیے گئے ہیں۔ اور جواب بھی خود اپنے طرف سے نہیں دیا ہی مفسرین کے تین جواب نقل کر دیے ہیں مگر لہجہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ان میں کسی پر اطمینان نہیں ہی[۱] ان جوابوں کا خلاصہ حسب ذیل ہی:-

الف۔ دوزخ کا عذاب دراصل انسان کے لیے ہی گوشت و پوست کے لیے نہیں ہی جلنے کو جلد (کھلڑی) ہی جلیگی۔ لیکن مدعا خود انسان کا جلانا ہی جو گوشت و پوست سے بالکل ایک علیحدہ چیز ہے بار بار نئی کھلڑی اس لیے پیدا ہوگی کہ اس کے جلنے سے انسان کو تکلیف پہنچتی رہے اور سلسلہ عذاب منقطع نہ ہونے پائے۔ رنج و راحت کا احساس نفس کو ہوتا ہی۔ گوشت و پوست کو نہیں ہوتا گوشت و پوست کا عذاب اصل میں عذاب نفس کا ایک ذریعہ ہی اور یہ ایک ایسا واضح اور کھلا ہوا مسئلہ ہی جس کی واقعیت میں کسی فہمیدہ شخص کو کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہو سکتا

ب۔ گوشت و پوست میں بھی آسائش و تکلیف کے محسوس کرنے کا مادہ موجود ہے جسم کے کسی عضو میں درد ہوتا ہے تو سارے بدن پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ دوزخیوں کے گوشت و پوست کے جل جانے۔ اور پھر نئے گوشت و پوست کے پیدا کرنے کا یہی منشا ہی۔

ج۔ دوزخیوں کے لیے نئی نئی کھلڑی بدلنے کا یہ مفہوم نہیں ہی کہ واقع میں نیا گوشت و پوست ہر گھڑی پیدا ہوتا رہیگا۔ بلکہ جیسا کہ قرآن کریم نے ایک اور مقام پر بیان کیا ہے کہ

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ سورۂ ابراہیم ۱۴، رکوع ۷، آیت ۵۱۔

تم اُس روز گنہگاروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھوگے۔ ان کے کرتے گندھک کے ہونگے آگ اُن کے مونہوں کو ڈھانک لیگی۔ غرض یہ ہے کہ جس نے جو کمائی کی ہے اللہ اس کی جزا دے۔ درحقیقت اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

14:- 49-50-51

یہاں بھی اسی کے مطابق دوزخیوں کے کرتے جو گندھک کے ہونے کی وجہ سے جہنت

---

[۱] جواب کی ابتدا "قیل" سے کی ہی جو تضعیف و تمریض کے لیے استعمال ہوتا ہی یعنی استدلال کے وثوق و اعتماد میں تضعف و کمزوری دخیل ہی ۱۲

زیادہ استعمال پذیر ہونگے۔ جب جب جل چکینگے تو دوسرے کرتے بدل دیے جائینگے۔ یعنی کھال کی تبدیلی سے تبدیل لباس مراد ہے۔

یہ تشریحیں دلنشین ہوں یا نہوں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر (۱) احساس کا مادہ محض انسان کے نفس میں ہے۔ گوشت و پوست میں نہیں ہے اور نفس ہی پر عذاب کرنے کے لیے گوشت و پوست کو بھی جلایا جائیگا تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ براہ راست نفس پر عذاب ہوتا اور وہ اجزائے جسم جن میں احساس ہی نہیں ہے اور اس لیے اگر عذاب بھی ہوا تو ان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس لپیٹ میں نہ آتے۔ جب کسی چیز میں عذاب کی حس ہی نہیں تو خواہ مخواہ کو اسے چھیڑنے یا ستانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

(۲) خالی گوشت و پوست میں بھی اگر احساس ہے تو گوشت کا وہ پارچہ اور کھال کا وہ جزو جو بدن سے جدا ہو چکا ہو تو یہ احساس اس میں کیوں نہیں ہے۔

(۳) تبدیل جلد سے اگر تبدیل لباس مراد ہو اور پہلے لباس ہی کے جلنے کے بعد اہل دوزخ کو نیا لباس تبدیل کرایا جائیگا تو اس کے لیے آیت میں لفظ "نضجت" کا استعمال ہے۔ جس کے معنی گل کر پک جانے کے ہیں کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ عربی زبان میں جب یہ محاورہ بھی نہیں ہے تو قرآن کریم کی بلاغت اس غلطی کو کب روا رکھنے لگی تھی۔ اس موقعہ پر امام فخر رازی نے بھی دو اعتراض پیدا کیے ہیں:۔ الف۔ خدا میں جب اس قدر قدرت ہے کہ دوزخیوں کو ہمیشہ آگ میں زندہ رکھ سکتا ہے تو کیا وہ ان کے جسم کے باقی رکھنے پر قادر نہ تھا کہ عذاب بھی ہوا کرتا۔ اجزائے جسم بھی فنا نہ ہوتے اور نئے گوشت و پوست کے چڑھانے کی ضرورت نہ پڑتی۔

ب۔ جس گوشت و پوست نے گناہ کیے تھے جب وہ آگ میں جل چکا تو نئے گوشت و پوست کو جو بالکل بے گناہ ہیں پیدا کر کے آگ میں جلانا صریح بے انصافی ہے۔

پہلے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

خدا جو چاہے کرے اس سے کوئی باز پرس نہیں۔ ہم تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دوزخیوں کے جسم کو بغیر آگ کے آگ میں ڈالنا پڑے سخت سے سخت عذاب دے سکتا ہے مگر اس پر بھی اس نے آگ ہی میں ڈالا۔

ـــــــــــ

[۱] یہ دونوں اس کے قبل کے دونوں اعتراض اور بعد کے پانچوں جواب تفسیر کبیر میں تفصیل سے موجود ہیں ملاحظہ ہو جلد ۳ صفحہ ۲۲۷ (طبع خیریہ مصر ۱۳۰۸ھ)

His laws don't do this !

دوسرے اعتراض کے حسب ذیل جواب ہیں۔

الف۔ نفخ اور نضیج یہ دونوں دو چیزیں ہیں اس لیے ذات کے اعتبار سے جسم تو وہی رہے گا جو دنیا میں تھا۔ البتہ صفت بدلی ہو گی۔

ب۔ عذاب اصل میں انسان پر ہو گا اور ظاہر ہے کہ کھال انسان کی ماہیت میں داخل نہیں ہے بلکہ اس سے ملی ہوئی ایک زائد چیز ہے۔ نئی کھال انسان تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہو گی اس لیے حقیقت میں عذاب اسی کو ہوا جس نے گناہ کیے تھے۔

ج۔ کھال سے مراد جسم کے کرتے ہیں۔

د۔ اس سے حقیقت مراد نہیں استعارہ مقصود ہے۔

ھ۔ دوزخیوں کے جسم پر نئی کھال جو پیدا ہو گی وہ انہیں کے گوشت سے بنی ہو گی۔ اور ظاہر ہے کہ ارتکاب گناہ میں یہ گوشت بھی شریک رہ چکا ہے۔

یہ توجیہیں خواہ کیسی ہی وجیہہ کیوں نہ ہوں لیکن ہنوز یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ۔

(۱) بے شبہ خدا سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا اس کی تمام باتیں حکمت پر مبنی نہیں ہیں کیا ایک نیا شبہ پیدا کر دینے سے پہلے شبہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اور کیا خود امام صاحب نے ایک موقعہ پر یہ نہیں لکھا ہے کہ آتشِ دوزخ سے وہ آگ مراد نہیں ہے جس میں کیمیائی مادے ہوا کرتے ہیں۔

(۲) تبدیلی خواہ جسم میں ہوئی ہو یا اس کی صفت میں سوال تو یہ ہے کہ مجرم خود انسان تھا اور وہی صاحب ارادہ بھی ہے۔ گوشت و پوست میں یہ مادہ کہاں کہ اپنے ارادہ سے کوئی کام کر سکیں۔ انسان کی طبیعت نے جب اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہا اُن سے کام لیا۔ اور وہ انسانی اغراض کے حاصل ہونے میں محض آلہ ہی ہے۔ اس صورت میں عذاب کا مستحق اگر ہے تو انسان کا نفس ہے کھال نے کیا گناہ کیا تھا کہ اس کو بار بار جلایا جائے۔ یہ عذاب اگر محض اس بنا پر ہے کہ جرم کے وقت کھال بھی جسم انسانی کی شریک حال تھی تو اس ضابطہ کی رو سے اُس حصہ زمین کو بھی جس پر جرم ہوا ہو اور اس کپڑے کو بھی جو بحالتِ جرم میں مجرم کے جسم پر رہا ہو عذاب دینا چاہیے

(۳) استعارہ کی توجیہ قرین قیاس تو ہے مگر اس کا معقول ثبوت درکار ہے۔

سبب یہ ہے کہ یہ بے اختیاری کی بات تھی لہذا حق یہ ہے کہ عذاب اس نفس پر ہوگا جس میں حس ہے خواہ وہ کسی بدن میں جائے اور کسی جسم میں رہے یہی حالت بہشت کی نعمتوں کی بھی ہے[1]

اس کے بعد متعدد حدیثیں تائید میں روایت کی ہیں اور پھر لکھتے ہیں :-

مذہب کی رو سے اگر بدیہی طور پر یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ جسم کے لیے معاد لازمی ہے اور اس کا انکار حد کفر تک پہنچتا ہے تو عقل کی رو سے یہ بات کوئی دور نہ تھی کہ راحت و عذاب دونوں روحانی ہونگے اس لیے کہ بالفعل جسم کا ثبوت دینے پر معاملہ موقوف ہے۔ یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جو چیز معدوم ہو چکی ہے اس کے اعادہ کو میں محال کہہ رہا ہوں معاذ اللہ۔ لیکن میں یہ البتہ کہتا ہوں کہ وہ جسم جو معدوم ہو چکا ہو اس کا واپس لانا خواہ ممکن ہو مگر اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ حدیثیں بھی اس باب میں ایک دوسرے کے معارض ہیں بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے معدوم ہو جانے پر بعینہ اسی جسم کا اعادہ ہوگا اور بعض کا یہ مفہوم ہے کہ پہلا جسم تو فنا ہو چکا ہے مگر ویسا ہی دوسرا جسم پیدا ہو جائے گا جیسا معاد جسمانی کو ہی ماننا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ان میں سے جس بات کو چاہیں مان لیں۔

آیت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے دو باتیں بطور اصول کے سُن لینی چاہییں۔

الف۔ قرآن کریم نے عذاب آخرت کی جو تشریحیں کی ہیں اس کی صورتیں زیادہ تر انسان کی اخلاقی کمزوریوں سے وابستہ ہیں۔ امام غزالی لکھتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "ہرگز نہیں اگر تم کو علم الیقین ہوتا تو دوزخ کو تم دیکھ لیے ہوتے" راز یہ ہے کہ دوزخ تمہارے دل میں موجود ہے لہذا اس کو یقین کے ذریعہ سے دیکھ لو قبل اس کے یقین کی آنکھ سے اس کو دیکھو گے[2]

ب۔ بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں جس قدر واقعات مذکور ہیں ان سب میں مجاز کا پہلو ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :-

خدا نے آخرت میں جس راحت و عذاب کا وعدہ کیا ہے اس کی خبر اور نیز ان چیزوں

---

[1] تفسیر روح المعانی سورہ نساء

[2] جواہر القرآن۔

(۴) مفسر سدی کی یہ رائے کہ "دوزخیوں کے جسم پر نئی کھلڑی جو پیدا ہوگی وہ انھیں کے گوشت سے بنی ہوگی۔ اس لیے یہ اعتراض نہ ہونا چاہیے کہ نئی کھلڑی پر جو کسی حالت میں شریک گناہ نہ تھی کیوں عذاب ہوا۔" ایک ایسی رائے ہے جو اسی وقت قابل تسلیم ہو سکتی ہے جب یہ بھی ثابت ہو جائے کہ سورۂ اعراف میں سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گذر جانے کی قرآن نے جو شرط کی ہے وہ خدا کے نزدیک محال ہو تو ہو مگر واقع میں محال تو نہیں ہے۔ جسم خواہ کتنا ہی لانبا چوڑا کیوں نہ ہو تاہم اس کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ گوشت سے اگر ہمیشہ کھلڑی بنا کی اور ایک کے جل جانے کے بعد دوسری پیدا ہوتی رہے تو ایک نہ ایک دن ایسا بھی آئیگا کہ سارا جسم خود بخود فنا ہو جائیگا اور عذاب جاوید کی نوبت ہی نہ آنے پائے گی۔

(۵) طبی تحقیقات نے ثابت کر رکھا ہے کہ اجزائے بدن تحلیل ہوا کرتے ہیں۔ پرانے اجزا کی جگہہ نئے اجزا لیتے رہتے ہیں اور اس طرح ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ وہ جسم جس کو لیکر انسان پیدا ہوا تھا ہمہ تن بدل چکا ہوتا ہے۔ فرض کرو کسی شخص نے ابتدائے زندگی میں کوئی ایسا گناہ کیا تھا جس کی پاداش میں دوزخ نصیب ہوا اور آگ میں جلنا پڑا۔ سوال یہ ہے کہ وہ اجزا جسم جن کے ذریعہ سے ارتکاب گناہ کا اس کو موقعہ ملا تھا جب وہ حالت زندگی ہی میں تحلیل ہو چکے تھے اور پیرانہ سری کے عالم میں نئے اجزا نے جن کو ابتدائے عمر کی غلط کاریوں سے سابقہ ہی نہیں پڑا تھا پرانے اجزا کی جگہہ لے لی تھی تو آخر کس جرم کی پاداش میں اُن کو جلایا جائیگا۔

عراق عرب کے مشہور مفسر شہاب الوسی کی رائے اس موقعہ پر سننے کے قابل ہے فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ سوال ایسا نہیں ہے جسے کوئی صاحب کمال تو کیا معمولی عقل کا آدمی بھی کر سکے سبب یہ ہے کہ کھلڑی کی نافرمانی۔ اطاعت۔ الم پذیری اور لذت یاب ہونا یہ سب نامعقول باتیں ہیں اس لیے کہ ذاتی حیثیت سے اس میں اور دوسرے جمادات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ احساس و ادراک و شعور نہ ان میں ہے اور نہ اس میں۔ آلہ سے بہت زیادہ وہ ملتی جلتی ہے۔ مثلاً جس شخص نے کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو اس کا ہاتھ بھی آلۂ قتل ہے اور اسی تلوار کے مشابہ ہے جس سے مقتول کی اس نے جان لی تھی۔ ان دونوں میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں ہے کہ ہاتھ میں جان ہے اور تلوار میں نہیں ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنا پر ہاتھ کو پھر پیدا کر کے جلایا جائے اور تلوار اس سے مستثنےٰ رہے

کی خبر جو کھائی۔ پی۔ صحبت کی اور بچھائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا جن چیزوں کا وعدہ ہے اگر دنیا میں بھی انھیں سے ملتی جلتی ہوئی چیزوں کا ہم کو علم نہ ہوتا تو ہم ان وعدوں کو سمجھ سکتے ہی نہ تھے۔ با ایں ہمہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ واقعات (جو بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں مذکور ہیں)، ایسے ہی نہیں ہیں (جیسے دنیا میں نظر آتے ہیں)، حتیٰ کہ حضرت عباس کا قول ہے کہ بہشت میں جو چیزیں ہیں ان میں سے دنیا میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اگر ہے تو صرف نام ہے"[۱]

یہ اصولی ایضاح کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے اور اب اس کے بعد آیت زیر بحث کی تفصیل کے لیے امام رازی کے اس فقرہ کو درج کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو ان کی رائے میں واقع ہو یا نہ ہو مگر ممکن ضرور ہو سکتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"کہہ سکتے ہیں کہ آیت میں عذاب کے ہمیشہ رہنے اور منقطع نہ ہونے کے جانب اشارہ ہے جس طرح اس شخص کی نسبت جس کی مداومت کی تعریف مقصود ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ ختم کر چکتا ہے تو پھر شروع کر دیتا ہے۔ جب آخر تک پہنچتا ہے تو پھر اول سے ابتدا کرتا ہے"

اسی مضمون کی یہ آیت بھی ہے کہ "ان کی یعنی دوزخیوں کی کھالیں جب گل جائیں گی تو ہم بجائے ان کے دوسری کھالیں بدلیں گے" یعنی جب وہ یہ سمجھیں گے کہ اب تو کھال تک جل چکی اور ہلاکت کا موقعہ آگیا (کیونکہ) وہ اسی کو غنیمت سمجھیں گے کہ بلا سے گوشت جل جائے۔ کہیں اس عذاب کی زندگی سے تو نجات ملے)، تو ہم از سر نو انھیں زندگی کی ایسی طاقت عطا کریں گے کہ ان کو گمان ہوگا کہ ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں لہٰذا آیت کی غرض یہ ہوگی کہ عذاب جاوید کا تذکرہ کیا جائے اور اس کے مسلسل قائم رہنے کی توضیح ہو[۲]

علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی نیشاپوری فرماتے ہیں:

نہ کھال گل کر پک جانا مقصود ہے نہ جلنا مراد ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ سلسلۂ عذاب ہمیشہ رہیگا اور منقطع نہ ہوگا[۳]

---

۱ رسالہ فی شرح حدیث النزول۔

۲ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۷۔

۳ تفسیر نیشاپوری جلد ۵ صفحہ ۱۷۔

یاد رکھو قرآن کریم عجائب پرستی کی تعلیم نہیں دیتا اس کی تمام ہدایتیں عقل صحیح کے موافق اور مطابق ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ دریائے ناپیدا کنار سے کوئی ناآشنا رہے اور فتنہ انگیزی کے لیے اس کے حیات افزا و رواں پرور تموج کو ہوا و ہوس کے کام میں لائے۔

تو نگر بر لب جوئے نہ ہوس بنشینی — ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی

کچھ نہیں یہ بیان یہاں ختم ہوا اس طول و طویل بحث سے نتیجہ کیا نکلا؟ منجملہ مباحث کی معقولیت کی نسبت مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہر شخص جس کو فہم سلیم ہو اس پر سمجھ سکتا ہے۔ اگلے لوگوں نے روح اور جسم کو دو چیز قرار دے کر جسم کو روح سے جدا کر دیا۔ اب جسمی بحث کی توضیح روحی بحث میں کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔ اس کو کھینچ تان کر بھی ثابت کرنا چاہیں۔ تو بھی ناممکن ہے۔ شہاب الوسی نے حشر اجساد کی جو بحث اس معاملہ میں چھیڑی ہے وہ بحث درحقیقت قابل لحاظ ہے۔ لیکن مولف محکمات نے جو اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ "کیا اس کی تمام باتیں حکمت پر مبنی نہیں ہیں" اور یاد رکھو کہ قرآن کریم عجائب پرستی کی تعلیم نہیں دیتا اس کی تمام ہدایتیں عقل صحیح کے موافق و مطابق ہیں" اس حکمت پر اگر شہاب الوسی کے حشر اجساد کے بیان کے ساتھ غور کیا جاتا تو اتنی بحث کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور معاملہ پر پوری روشنی پڑتی۔

ہر شخص معمولی غور کے بعد یہ سمجھ سکتا ہے کہ مادی دنیا کا معاملہ کسی خارجی دنیا میں لے جانے سے سلجھنا دشوار ہوا۔ اگر قصۂ زمین برسر زمین ہوتا تو معاملہ بلا چون و چرا اور بلا کسی تاویل کے قابل قبول ہو سکتا تھا۔ کفار عرب کے اس اعتراض پر کہ "خدا کو اگر کسی رسول کے بھیجنے کی ضرورت تھی تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ خدا فرماتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ	اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو ان کو
الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ	ایمان لانے سے اس کے سوا اور کوئی بات
بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ	مانع نہیں ہوئی کہ لگے کہنے کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر
مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ	(بنا کر) بھیجا ہے۔ جواب دو کہ زمین میں اگر فرشتے
مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ ۱۷: ۹۴-۹۵	ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم فرشتہ ہی کو آسمان سے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ 17:94-95

سوال یہی کہ مادی دنیا کے کاروبار کو دنیا کے باہر کیسی سزا؟ روح کو جسم کی اس لیے ضرورت ہوئی کہ وہ رنج و راحت کا احساس کر لے۔ جب مادی جسم تھا وہ رنج و راحت کیا۔ زمین کی مخلوق کے لیے اس کے جملہ تعلقات زمین سے وابستہ ہیں تو اس زمین کے قانون کی پابندی بھی اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ پھر اس قانون کا انحراف کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اگر اس سے انحراف کیا جائے تو مادی عالم کے تجربے کے معنی کسی دوسرے عالم پر کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد تم کو تمہارے اعمال کی سزا و جزا کے لیے اُٹھنا ہے تو سیدھی سادھے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے بتوں کو جبتک نہ توڑے اور کامل الایمان صالح و متقی نہ ہولے اس کو بھی مرنے اور زندہ ہونے کا دورہ لگا رہے گا۔ اس سے اس کا چھٹکارا محال ہے۔ یہی معنی آیت مذکورہ کے ہیں۔ جب یہ جسم گل جائے گا ہم اس کو سزا کے لیے نیا جسم دیتے جائینگے۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ نضج کا استعمال بھی اسی وجہ سے ہوا ہے جس کے نسبت خود مولف محکمات نے اعتراض کیا ہے۔ اور در اصل نضج کے معنی کسی چیز کا قطرتاً گلنا اور پک جانا ہے جیسے پختن میوہ پختن ریش و پختن مادہ وغیرہ جو اعضاء استعمال کی وجہ سے بیکار ہو جاتے ہیں۔ ان سے جسم کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ وہ جسم تحلیل ہوتے ہوتے موت کا شکار ہوتا ہے اور وہ گوشت و پوست گل گلا کر مٹی ہو جاتا ہے اسی مادہ سے پھر نیا گوشت و پوست لیکر وہ حضرت جہنم کی ہوا کھانے کے لیے پھر اس دنیا میں موجود ہوتے ہیں

اصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے خدا کو محض قادر مطلق مان لیا ہے۔ اور قادر مطلق کی صفت جو حکمت ہے اس کو متروک کر دیا ہے۔ سب نقائص اس سے پیدا ہوتے ہیں حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو دنیا میں رتی بھر ثبوت اس امر کا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عالم میں محض قدرت سے بلا ذریعہ حکمت کے کوئی کام کیا ہو اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ اس نے خود صاف صاف اس کو واضح کر دیا ہو کہ ہم نے اس عالم کا انتظام حکمت سے کیا ہے۔ اور جب اس کو کسی بات کا حکم دینا منظور ہوتا ہے تو اولاً اُس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا — اور جب ہم کو کسی گاؤں کا ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے

مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ٥ ١٧:١٦

17: 16 تو ہم اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانیاں کر چلتے ہیں پھر وہ بستی علم کی مستحق ہو جاتی ہے۔ پھر ہم اس بستی کو مار کر تباہ کر دیتے ہیں

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ٥ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ٥ ٦:٤٤ و ٤٥

6: 44+45 پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی ان کو کھول دیے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے ان کو بے خبر پھر تب ہی وہ رہ گئے نا امید پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی اور سب تعریف کام اللہ کے جو رب ہے سارے جہان کا۔

اور ایک جگہ سورہ یوسف میں خداوند کریم حضرت یوسفؑ کی زبانی فرماتا ہے۔

إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ط إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ٥ 12 : 100

12: 100 میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا۔

کیا یہ اسباب اس کی حکمت کی دلیل نہیں ہیں۔

خدائے تعالیٰ کلام اللہ میں ایک جگہ فرماتا ہے:۔

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ج كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ٥ 19-71 *

19: 71 اور تم میں سے کوئی نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے یہ وعدہ فیصل شدہ ہے (جو) تمہارے پروردگار پر لازم ہے۔

where did he get this??

(19/69, 19/86, 21/99)

اب اس آیت کے معنی پر غور کیا جائے کہ جب جنت و دوزخ اس زمین سے خارج نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے مقام پر آیات کلام اللہ سے استدلال کیا ہے تو دنیا میں انسان اپنی ناتجربہ کاری جہالت اور بے سمجھی سے ہزاروں برائیوں اور لغزشوں میں پھنس کر دنیوی تجربے حاصل کرتا ہے تو اس کو کہیں آگے چل کر صراط مستقیم نظر آتا ہے۔ تو گویا کوئی انسان بجز جہنم سے گزرنے کے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ نیک آدمی کو جہنم پر سے لے جانا

کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جنت و دوزخ انسان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ہر انسان کو جہنم پر سے
گذرنا خدا نے فرض کر دیا ہے۔ چنانچہ سلوک کے جو مدارج ہیں ان میں رتی برابر خودی کا خیال
پیدا ہونا انسان کو جہنم کے غار میں پہنچا دیتا ہے۔ خود کلام اللہ میں بنی اسرائیل کے عابد کا قصہ
اس کا شاہد ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

۷ : ۱۷۵، ۱۷۶ (7:175-176)

اُن لوگوں کو اُس شخص کا حال پڑھ کر سُنا دو جس کو ہم نے اپنی آیات دی تھیں پھر اُس نے وہ کینچلی اتار دی تو شیطان اُس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں جا ملا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی برکت سے اس کا مرتبہ بلند کرتے مگر اس نے پستی میں گرنا چاہا اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگ گیا۔

کیا یہ جملہ واقعات اس دنیا کے نہیں ہیں اور جنت و دوزخ کا مضمون اس دنیا سے خارج ہے
مسلمانوں کے عروج اوّل کا دوران مسلمانوں نے جو کلام اللہ کی تبعیت میں حاصل کیا تھا ختم
ہو چکا تو مسلمانوں نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کا نام تقدیر اور راضی برضا سمجھ لیا۔ اس کی تعبیر اس
سے کرنے لگے کہ ہمارے لیے مرنے کے بعد عیش ہوگا۔ تسکین قلب کے لیے کسی حیلہ کی ضرورت
تھی اس کو تو توکل سے کچھ علاقہ ہے اور نہ یہ خدا کی تعلیم ہے۔ اگر تعبیر کا یہی منشا ہوتا تو آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت میں جو جد وجہد اور جو جو مصیبتیں جھیلیں اور تکالیف برداشت
کیں اور جس استقلال کے ساتھ اپنی اشاعت کو مکمل فرمایا اس کی ضرورت نہ ہوتی۔ ہاتھ پر
ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا توکل نہیں ہے۔ ہم کو کسی صورت سے بھی اسباب سے غافل نہ ہونا
چاہیے اور استقلال سے اپنی پچھلی ناکامیوں کا بغیر خیال کیے کوشش کیے چلے جانا توکل اور
صحیح توکل ہے۔ اس کے خلاف جو غلط اعتقاد ہمارے دلنشیں اور جس کی بدولت ہم آج جس
طرح خاک ذلت میں گرفتار ہیں ہماری بربادی کا باعث اصلی ہے۔
میں نے جو کچھ بیان کیا ہے فقط اپنی نیک نیتی سے بیان کیا ہے۔ جہاں تک مسلمانوں

کے خیالات اور حالات دیکھے جاتے ہیں اس سے مجھ کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ میں نے اپنا فرض سمجھ کر اس کا اظہار کیا ہے۔ اگر منجملہ مسلمانوں کے ایک شخص کو بھی اس سے صراطِ مستقیم نظر آجائے تو میری محنت ٹھکانے لگی۔

خاتمہ پر اگر میں ان معزز حضرات کا شکریہ نہ ادا کروں تو میں ناشکرگذار سمجھا جاؤں گا جنھوں نے اپنے علم دوست ہونے کا ثبوت اس کتاب کی تیاری میں دیا۔

یہ کتاب ایسے عہدِ حکومت میں تیار اور شائع ہوئی ہے۔ جس کو عہدِ مامون رشید عباسی پر ترجیح دی جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مامون رشید کا وقت مسلمانوں کے پورے اقبال کا تھا اقبال کے زمانہ میں۔ جو کام ہو وہ بہت کم ہے یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے ویسے ہی پورے ادبار کا ہے اس وقت ایسی بداقبالی کے زمانہ میں ہز اگزالٹیڈ ہائی نس ارسطوئے زمان سپہ سالار مظفر الممالک والممالک آصفجاہ میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک دوست وفادار گورنمنٹ برطانیہ لفٹننٹ جنرل کا زمانہ کل ہندوستان کے لیے مایۂ فخر و ناز ہے۔ جس کے مبارک عہد میں اردو یونی ورسٹی حیدرآباد میں قائم ہوئی جس کی وجہ سے مغربی علوم کا ترجمہ اردو کو مالامال کردیگا۔ اور اس سے علمی خیالات میں بہت ترقی ہوگی۔ عموماً اہلِ ہند کو غیر زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے جو دشواریاں و مصیبتیں جھیلنی پڑتی تھیں اور عمر کا ایک بڑا حصہ غیر زبان کا صرف ادبی علم حاصل کرنے میں صرف ہوتا تھا اس سے چھٹکارا ملیگا۔ جو اصحابِ علم انگریزی سے ناواقف ہیں اپنی زبان میں علوم آجانے کی وجہ سے بطور خود اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ ایسے علم دوست ظل اللہ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے حب بھی رعایائے ہند اس کی احسانمندی سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اس مبارک دور کی ترقیات اور احسانات کا اگر ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم جلد کی ضرورت ہوگی۔ علمی حیثیت سے ہماری غرض کے لیے صرف اتنا بیان کافی ہے۔ کیا عجب ہے کہ ہمارے علمائے کرام بھی ان علوم مغربی سے مستفیض ہو کر عام مسلمانوں کی ترقی کے باعث اور مذہب کی صحیح تعلیم کی ترویج میں حصہ لیں۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو اس کی آجکل بہت زیادہ ضرورت ہے اور ان کی ترقی کا راز صرف اسی میں مضمر ہے خدا ہمارے ظل اللہ کے دورِ حکومت کو زمانہ ممتد تک قائم و دائم رکھے۔ آمین فقط۔

محمد عبدالوہاب   حیدرآباد دکن

۲۴ر نومبر ۱۹۲۲ء

آلقُبُورْ - مُردے قبروں سے جی اُٹھیں گے -

① اور اللہ ان کو اُٹھا کھڑا کرے گا جو قبروں میں ہیں - 7-22

② اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ کا غضب ہوا - وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں - جس طرح کفار قبر والوں سے مایوس ہیں - 13-60

③ اور جب قبریں اُکھیڑ دی جائیں گی - 4-82

④ تو کیا وہ اُس وقت کو نہیں جانتا، جب قبروں میں جو کچھ ہے اُسے باہر نکال لیا جائے گا - 9-100

1- After this world no one will return to it, the secrets of unseen will go waste if he/she remembers them. (Quranis view)

2- Although we long, wish, seek & want to find out what will happen after death but we cant!

3- If known the secrets of the after death then what will be left to know - ??

4- After clinical death, neardeath experiences are never to alike! all experiences differ.

5- NDE is always calming, peaceful and tunnel of light - overhead -

6- NDE & RBT is always unscientific, all celebrities like to be born again in royalty or a better life. etc.

7- 71/17-, 17/18 - this is how you will be born again

8- 13/15 - Rebirth - Doubt not -

۳۱

۲۹۷۵۳۲
ع ب د ح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

خود نوید زندگی لائی قضا میرے لیے ۔۔۔ شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لیے

تناسخ کس کو کہتے ہیں

Neruh!

تناسخ فطرت کا ایک سیدھا سادھا اصول ہے جس سے روح کے ناقابلِ فنا ہونے کا پتہ چلتا ہے اور فلسفہ کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے ارتقا کے مدارج کی تشریح ہوتی ہے اور اس کا انجام بالکل فطرتی اور ۔۔۔ مانا جا سکتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ ارواح ہر وقت تازہ بتازہ پیدا کیے جا کر دنیا میں نہیں بھیجے جاتے بلکہ ان کا سفر اس دنیا میں بے انتہا غیر محدود زمانہ سے مسلسل ہوتا جا رہا ہے۔ جس کی تصدیق آیات کلام اللہ سے ہوتی ہے۔

(۱) وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ج أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوا بَلَىٰ ج شَهِدْنَا ج أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ج أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ ۱۷۳،۱۷۲:۷

Biblical translation

7:172-173

جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کے پیٹھوں سے ان کی نسلوں کو باہر نکالا اور اُن کے مقابلہ میں خود اُنھیں کو گواہ بنایا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب بولے ہاں ہم گواہ ہیں۔ کہیں قیامت کے دن تم کہنے لگو۔ ہم تو اس بات سے بے خبر ہی رہے یا کہنے لگو کہ شرک ابتدا میں ہمارے بڑوں ہی نے کیا۔ ہم انھیں کی اولاد تھے ان کے بعد آئے تو کیا تو ہم کو ان لوگوں کے جرم کی پاداش میں ہلاک کیے دیتا ہے۔ جنھوں نے پہلی غلطی کی

(۲) لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ۝ ۱۹: ۹۴، ۹۵۔

Biblical Trans

19:94-95

خدا نے اُن کو گھیر رکھا ہے اور اُن کو گن رکھا ہے اور یہ سب قیامت کے دن اکیلے اس کے حضور میں حاضر ہوں گے

(۳) وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ج وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ ۵۷ : ۸

اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو تمہارے ہی پروردگار پر ایمان لانے کے لیے بلا رہے ہیں۔ اور اگر تم کو یقین آئے تو خدا تم سے عہد لے چکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی آیت ہائے بالا کی مزید تائید کرتا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ حضرت نے فرمایا روحوں کے لشکر ہیں جھنڈ کے جھنڈ سو جو ان میں سے ازل میں آشنا اور واقف تھا وہ اس عالم میں ملا اور الفت والا ہوا اور جو ان میں سے وہاں ناآشنا اور بے پہچان تھا وہ یہاں بھی جدا اور بھٹکا رہیگا۔

تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ صفحہ ۱۴۲ حدیث ۵۳ ۱۲

آیت ہائے بالا اور حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام روحیں ایک وقت پیدا کی گئیں جن سے بوقت میثاق جواب لیا گیا۔

ارتقائے روحی و مادی کے لیے دنیا میں بار بار آنے کی ضرورت

وہ ارواح اس دنیا کی مناسبت سے اپنی تعلیم اور ترقی کی منزلیں طے کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچی ہیں۔ گویا دنیا دار العلوم کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو منشا قدرت معین کے لیے اس دنیا میں وارد ہوتے ہیں۔ اس دار العلوم کی شاگردی کی حیثیت اختیار کرتے ہیں اور زمانۂ قیام میں جو سبق حاصل کیا ہے جب اپنے وطن کی طرف لوٹتے ہیں وہاں چندے اس سبق کو دوہرا کر از بر کر کے مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے پھر سفر دنیا اختیار کرنا پڑتا ہے گویا یہ سلسلہ دار العلوم کی تکمیل تک جاری رہتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ○ ۶ سورہ انشقاق

اے آدم زاد تو اسی طرح گھسٹ گھسٹ کر اپنے پروردگار کی طرف چلا جا رہا ہے پھر تو اس سے جا ملیگا

84:16-19 فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۙ (سورہ انشقاق 84)
ہم کو شفق کی قسم ہے اور رات کی اور جن چیزوں پر رات چھا جاتی ہے انکی اور چاند کی جب پورا ہو کہ تم لوگ درجہ بدرجہ منزل ہستی کو طے کروگے

71:14 (۳) وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ ۱۴ : ۷۱
(حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا۔) Stages of evolution

اس کے دو آیتوں کے بعد پھر فرماتا ہے:۔

71:17-18 وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۙ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ ۱۸-۱۷ : ۷۱
اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے اُگایا۔ پھر دوبارہ اسی میں لوٹا دیگا تم کو اس میں اور نکالیگا تم کو باہر

ان آیتوں سے ارتقائے روحی و مادی ہر دو ثابت ہیں۔ یہ حالت ایک زندگی میں نہیں حاصل ہو سکتی۔ اس کے لیے ایک عرصہ ممتد کی ضرورت ہے۔

خدا کا رحم اُس کے غضب سے فائق ہے

اب غور طلب جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ ارواح کو اسفل درجہ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لیے یا خود انسان کے قوائے ذہنی ارتقا پاکر قوائے ملکوتی سے مبدل ہونے کے لیے کیا سو پچاس سال کی زندگی کافی ہو سکتی ہے؟ جب ایسی حالت ہے تو ایک ایسا شخص ہے کہ ابھی تعلیم پا رہا ہے اور سن تمیز کو پہنچنے کے قریب ہے وہ مر جائے اس کو اس وقت تک اس کا بھی موقع نہیں ملا کہ خدا کس کو کہتے ہیں۔ انسان کو خدا کی شناخت کے لیے کیا کرنا چاہیے اور بندگی کا انسان پر کیا حق ہے۔ ایسی حالت میں اس کے خیالات کے لحاظ سے جو وراثتاً اس کو ماں باپ کے ذریعہ سے حاصل ہوئے تھے اور فرض کیا جائے کہ اس کے ماں باپ مشرک ہی تھے۔ ایسا شخص خدا کے پاس ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار پائے قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کے غضب سے اس کا رحم بہت بڑا ہے۔ خدائے رحیم و کریم اپنی پاک کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:۔

39:53 قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ ۵۳ : ۳۹
کہہ دو اے ہمارے بندو جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کیں ہیں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

گر گناہ تو از عدد بیش است   سبقت رحمتی از آں بیش است

اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا نے ایسا وجود دنیا میں کیوں ظاہر کیا جس سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا

اس کا دنیا میں آنا اور نہ آنا یکساں ہوا۔ نعوذ باللہ اس سے خدا کی نسبت فعل عبث منسوب
کیا جا سکتا ہے جس سے اس کی ذات مبرّا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کو ترقی حاصل کرنے کے لیے
ایک معتد بہ زمانہ کی اور بار بار اس دنیا میں آنے کی ضرورت ہے۔

Rejecting or inflicting upon oneself, wounds His laws!!

X/O X/O

تناسخ کی سچائی کی دلیل

جب خدا اپنی کتابوں اور نبیوں کے ذریعہ نیکی کی تعلیم اور بُرائی سے بچنے کی ہدایت کرتا ہے تو یہ کیا بات ہے کہ بعض مولود جو ابھی کسی قدر شعور بھی حاصل نہیں کیے ہوئے ہوتے ہیں ان سے ایسے افعال فطرتاً سرزد ہوتے ہیں جو سراسر کلام خدا کی تعلیم اور نبیوں کی ہدایت کے خلاف دیکھے جاتے ہیں۔ جیسے۔ حرص۔ جھوٹ۔ تفنن۔ اتہام وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ زمانہ معصومیت کا ہے۔ یہ مادہ ان میں کیسے آیا۔ کیا خدا بُرائی کی تعلیم دیکر دنیا میں بھیجتا ہے اور کیا کوئی سمجھدار آدمی اس کو قبول کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس اس سے بڑھکر تناسخ کی سچائی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ یہ مادہ اس بچے نے اپنی گزشتہ تعلیم میں حاصل کیا تھا۔ جس کے نسبت خود خداوند تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں فرماتا ہے۔

17-84

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۱۷:-۸۴

کہو کہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہے پھر جو ٹھیک سیدھے رستہ پر ہے تمہارا پروردگار اس کو خوب جانتا ہے۔

(7/157)

لفظ شاکلہ کے معنی اور علماء کے خیالات

اس آیت میں شاکلہ کے معنی مترجم نے طور کیے ہیں اگر میلانات کے کیے ہوتے تو بہت ٹھیک ہوتا۔ کیونکہ اس کے قبل کی آیت میں خدائے تعالے نے انسان کی خصلت کا ذکر فرمایا ہے۔

17-82-83

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـــُٔوْسًا ۝ ۱۷:۸۲-۸۳-

ہم قرآن میں ایسی ایسی باتیں اُتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے علاج اور رحمت ہیں اور نا فرمانوں کو تو اس سے اُلٹا نقصان ہی ہوتا ہے اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں اُلٹا ہم سے منہ پھیرتا اور

17-82-83

پہلو تہی کرتا ہے۔ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچے
تو اس نوڑ بیٹھتا ہے۔

اس کے بعد آیت زیر بحث میں فرماتا ہے کہ کہو ہر ایک کام کرتا ہے اپنی جبلت پر اور جو کچھ انسان کرتا ہے یا کریگا۔ اچھا یا برا قبل اس کے کہ وہ کرے خدا کو اس کا علم ہے اور خدا جانتا ہے کہ وہ یہ کریگا[1]۔ لسان العرب میں لکھا ہے شاکلہ کے معنی ہیں طرف۔ طور۔ طریقہ اور انسان کی شاکلہ سے اس کی شکل طبیعت کا میلان۔ اخفش نے معنی کی ہے اپنی طبیعت کے میلان پر جس طرف ہو اور اپنی خلقت پر۔

تاج العروس شرح قاموس میں شاکلہ کی معنی شکل وصورت کے ہیں۔ شاکلہ میلان کی سمت اور جہت کو بھی کہتے ہیں۔ نیت کے بھی معنی ہیں۔ قتادہ نے آیت مذکورہ کی یہ معنی کی ہے کہ ہر شخص اپنی طبیعت کے رُخ اور نیت پر عمل کرتا ہے۔ شاکلہ کے ایک معنی طور اور طریقے کے بھی ہیں۔ ایک معنی شاکلہ کے مذہب اور خلقت کے بھی ہیں۔ ابن عرفہ نے اسی معنی پر آیت کی تفسیر کی ہے۔ راغب نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر شخص اپنی سمجھ یعنی طبیعت پر عمل کرتا ہے جس کا وہ مقید ہے۔ سمجھ ہی انسان پر ایسا حاکم غالب ہے جو مکارم شریعت تک لے جانے میں وسیلہ ہو جاتا ہے اور یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطابق ہے۔

كُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهُ — یعنی ہر شخص کو آسانی دی گئی ہے اُس کام کے لیے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ [حدیث]

محیط المحیط میں شاکلہ کے معنی ہیں۔ شکل طرف۔ گوشہ راہ۔ نیت۔ طریقہ اور مذہب اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص اپنی سمجھ یعنی طبیعت اور خلقت پر عمل کرتا ہے۔

لُغات القرآن مصنفہ علامہ محمد بن ابوبکر رازی میں علی شاکلتہ کے معنی ہیں اپنے طریقہ اور میلان طبعی کے رُخ پر۔ اور بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں خلقت اور طبیعت پر اور پوری آیت سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے۔

امام محمد ابن عربی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر شخص اپنی شاکلہ پر عمل کرتا ہے یعنی اپنی خلقت اور

[1] تفسیر القرآن مولوی سید احمد خان جلد ششم صفحہ ۱۷۲ - سورہ بنی اسرائیل -

اور ملکہ پر جو اس کے مقام اور مرتبہ کے موافق اس پر غالب ہوتا ہے۔ پس جس کا مقام نفس ہے اور ملکہ وہ ہی جو نفس کے اقتضاء کے موافق ہے۔ وہ خدا سے منہ پھیرتا ہے اور نا امید ہوتا ہے اور جس کا قیام قلب ہے بلکہ نیک عادت ہے۔ وہ اس کے اقتضا کے موافق صبر و شکر کرتا ہے

ملکہ

مقام

معالم التنزیل میں علامہ بغوی نے لکھا ہے۔ آیۃ بالا کی تفسیر میں ابن عباس نے شاکلہ کے معنی لیے ہیں طبیعت کا میلان جس طرف ہو اور حسن بصری اور قتادہ نے نیت کے معنی لیے ہیں مقاتل نے طور و طریق کے معنی قرار دیئے ہیں اور قرا، نحوی نے وہ طریقہ مراد لیا ہے جس پر انسان مجبول ہے اور قتیبی نے طبیعت اور خلقت کے معنی بیان کیے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں آیت مذکور کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اے پیغمبر کہدے کہ ہر شخص ایسے طریقہ پر عمل کرتا ہے جو ہدایت و گمراہی میں اس کے حال کے مشابہ ہو یا اس کے جوہر روح اور ان حالتوں کے موافق ہو جو اس کے مزاج بدنی کے تابع ہیں اور شاکلہ کی تفسیر میں طبیعت عادت اور مذہب کے معنی بھی لیے گئے ہیں۔

یہ آیت بہت موثق آیات کلام اللہ سے ہے۔ اسی کے سمجھنے پر انسان ہر ایک آلائش اور برائی سے بچ سکتا ہے اپنے خیالات کی اصلاح کر سکتا ہے۔ مقدر کے مفہوم کے سمجھنے میں آسانی ہو سکتی ہے دنیا کے اُلجھاؤ سے نجات کا ذریعہ ہے۔

No short cuts to life,

Muqaddar ??

خلقت انسانی ناقص اور ناقابل اصلاح نہیں ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ خدا نے انسان کی خلقت کو ناکارہ اور ناقابل اصلاح نہیں بنایا۔ جس کی تصدیق اس آیت سے ہو سکتی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا

95-4

عم سورہ التین 95-4

قانون فطرت جبری قانون نہیں ہے لا آف یونیفارمٹی آف کاز اینڈ ایفکٹ یعنی قانون استقلال اسباب و نتائج ایک ایسا کلیہ ہے جو کسی حالت میں بھی موثر بالذات رہتا ہے۔ اسی پر موجودات عالم کے حرکات و سکنات کا دار و مدار ہے جو لَا تَبْدِیْلَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ کا مصداق ہے۔ اس کا اصل منشا یہ ہے کہ ہر واقعہ کا ایک سبب ہونا لازم ہے۔ کمزوریوں کے ہوتے ہوتے بھی انسان کی فطرت اپنی اصلیت میں صالح اور نیک رکھی گئی ہے۔ پھر طرح طرح کی آلائشیں گرد و پیش کے

واقعات دنیا کی مصروفیتیں نیکی کو دباتی اور برائی کے پردۂ تاریک سے ڈھانک دیتے ہیں۔ اب سمجھنے کے قابل جو بات ہی وہ قانون فطرت کے متعلق ہے۔ قانون فطرت ایسا جبریہ اور غیر اٹل قانون نہیں ہی۔ بلکہ قانون استقلال اسباب و نتائج کے تحت کام کرتا ہی۔ فطرت کا منشا یہ نہیں ہے کہ لازمی طور پر یونہی ہونا چاہیے۔ بلکہ فطرت خاص شرائط بتلاتی ہی جب اس مطابق ظہور ہوگا اس کا لازمی نتیجہ ضرور یوں ہوگا۔ اگر اس نتیجہ سے تم اپنے کو بچانا چاہو تو حالات کو بدل دو پھر نتیجہ بھی متغایر ہوگا۔ اس کے لیے اگر تم اپنے آپ کو جاہل اور وحشی بنائے رکھوگے تو تم فطرت کی متضرر طاقتوں کے رحم پر رہوگے۔ اگر سمجھ اور عقل سے کام لوگے تو اپنے کاروبار کے تم مالک ہو۔ ایک حدتک اپنے کاروبار کرنے کی قدرت رکھتے ہو تو وہی فطرت تمہاری خدمت گذاری پر آمادہ ہوجائے گی۔ قانونِ فطرت سے اگر کام لیا جائیگا تو وہ جبری طاقت نہیں ہی بلکہ وہ استمدادی طاقت ہوجائے گی۔

عادت کا اثر البتہ ایک بات کا اظہار اس موقع پر ضروری ہی۔ عادت کی وجہ سے روح اور مادہ میں جو اثر ہوجاتا ہے اس کا ازالہ سہل نہیں ہی۔ طبیعت کا رجحان ایک مدت مدید تک اس کو اپنی طرف بار بار رجوع کریگا۔ اور انسان کو نہایت درجہ اس رجحان پر مجبور ہونا پڑیگا۔ یہ اثر ایسا زبردست ہے کہ اس سے ایک زمانہ تک چھٹکارا ملنا مشکل ہی۔

سائنس کہتا ہی کہ اگر ایک صیقل شدہ فولاد پر ایک چنے کا دانہ چپکا دیا جائے اس کے سوکھنے کے بعد نکال دیا جائے تو جو دھبہ اس فولاد پر نمایاں ہوگا وہ اس فولاد کے زیریں تک پہنچیگا۔ اگر اس فولاد کو تراشے چلے جائیں تو وہ دھبہ نمایاں ہوتا ہی چلا جائیگا۔ اسی کے نسبت امام غزالی اپنی تصنیف مضمون بہ علی غیر اہلہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے چوری کی تو اس فعل کے ارتکاب کے ساتھ ہی اس پر دنائت کا اثر طاری ہوگیا۔ اب وہ گرفتار ہو یا نہ ہو اس کو سزا دی جائے یا نہ دی جائے لیکن اس کا نفس داغدار ہوچکا۔ اور یہ دھبہ مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ مگر یہ فقرہ "یہ دھبہ مٹائے نہیں مٹ سکتا" قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا ہی خیال کیا جائے تو خدائے رحیم و کریم کا فرمان لَقَدْ خَلَقْنَا الانسان فی احسن تقویم۔ پر بمشکل بھروسہ ہوسکتا ہی۔ اور اس سے یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ مادہ اور روح داغدار ہوگئے تو اس انتظام میں کیا خوبی ہے۔ خدائے رحیم و کریم کا

مادہ اور روح کو اس طرح داغدار بنا کر چھوڑ دینے سے کیا منشا ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ انتظام سمجھ میں آسکتا ہے کہ جیسے انسان نے اپنی جہالت نادانی اور بے سمجھی سے ایک داغ پیدا کر لیا ہے اس کے مٹنے کے لیے مہلت اور موقعہ دیا جائے۔ یہ انتظام کی شائستگی ہے اور تناسخ اسی امر کا مدعی ہے۔ پس جو شخص اس مضمون پر حاوی ہو جائیگا اور اس کو سمجھ لیگا تو امید ہے کہ عادت ہوتے ہوتے وہ داغ بالکل مٹ جائے اور پھر طبیعت میں وہ رجحان باقی نہ رہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خدائے رحیم و کریم کا نبیوں اور رسولوں کو بھیجنا اور مخلوق کو خدا کا خیال دلانا برائی سے بچنے کی ہدایت اور نیکیوں کی ترغیب دینا سب بیکار جاتا ہے اور پھر جب خداوند تعالیٰ ہر شخص کے مقدر بلا استحقاق خود مقرر فرماتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ مخلوق خدا کے بنائے ہوئے انتظام میں کچھ کر سکے۔ اس کو وہی کرنا پڑیگا جو خداوند تعالیٰ شانہ نے مقرر کر دیا ہے جب ایسا ہے تو اس مخلوق کو اُن کے افعال پر سزا و جزا دینا صریح ناانصافی ہے۔

عشق ارچہ بلاست آں بلا حکم خداست — بر حکم خدا ملامت خلق چراست
چوں نیک و بد خلق بتقدیر خداست — پس روز پسیں حساب بر بندہ چراست

آیت شاکلہ کی نسبت مولوی سر سید احمد خاں کی رائے

سر سید احمد خاں جو اپنے زمانہ کے فاضلترین افراد میں داخل ہیں جن کے خیالات بہت وسیع تھے۔ ان کے خیالات بھی آیت مذکور کے نسبت بیان کرنا بے موقع نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان ایک جبلت یا فطرت پر پیدا ہوتا ہے جس کو انگریزی زبان میں نیچر کہتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو جبلت یا فطرت یا خلقت خدا نے جس انسان کی پیدا کی ہے اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اس بیان سے یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسی حالت میں وہ پتلا اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ وہی کرے یا وہی کریگا جو اس علت العلل کے علم میں ہے اور اس کے برخلاف کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ بات کہ وہ پتلا کیا کیا کریگا ایک جدا امر ہے اور اس بات کا علم کہ وہ یہ یہ کریگا ایک جدا امر ہے۔ اس کے علم سے اس پتلے کی مجبوری اس کے افعال میں لازم نہیں آتی اس کی مثال اس سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ فرض کرو ایک نجومی ایسا کامل ہے جو کچھ آیندہ کے احکام بتاتا ہے۔ اس میں سر مو فرق نہیں ہوتا۔ اب اس نے ایک شخص کے

نسبت بتلایا کہ وہ ڈوب کر مریگا۔ اس کا ڈوب کر مرنا تو ضرور ہی اس لیے کہ نجومی کا علم واقعی ہی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نجومی نے اس شخص کو ڈوبنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پس جو علم آلٰہی میں ہی یا یوں کہو کہ جو تقدیر میں ہی وہ ہوگا تو ضرور مگر اس کے کرنے پر خدا کی طرف سے مجبوری نہیں ہی۔ بلکہ خدا کے علم کو اس کے جاننے میں یا تقدیر کو اس کے ہونے میں مجبوری ہی۔

یہ جو کچھ ــــ صاحب نے فرمایا ہی عین دعوی کا اعادہ ہی دلیل نہیں: اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ انسان کا پتلا بھی ایک مشینری کی حیثیت رکھتا ہو اور مشینری کے پرزہ جن اغراض کے لیے بنائے جاتے ہیں وہ مشینری انھیں اغراض کو پورا کریگی۔ یہ چاہیں کہ ان پرزوں سے غیر متعلق کام لیا جائے ناممکن ہی۔ انسان کے اعمال و افعال کے لیے اعضاء دیے گئے ہیں۔ ان اعضا سے وہی افعال سرزد ہوں گے جس کے لیے وہ بنائے گئے ہیں۔ ہزار نبیوں اور رسولوں کو ہدایت کے لیے مقرر کیا جائے ان اعضا کے افعال میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

کلام اللہ کی تعلیم جبری نہیں ہی۔ کلام اللہ کی تعلیم ایسی نہیں ہی۔ اسی بنا پر خدائے تعالی اپنی پاک کتاب میں ارشاد فرماتا ہی۔

(۱) "وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْاؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَاق وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِهِمْؕ" ۲ : ۹۳

2:93 جب ہم نے تم سے پکا قول لیا اور طور کو اٹھا کر تمہارے اوپر لا لٹکایا (اور کہا کہ) جو ہم نے تم کو دی ہی اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور سنو ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے سنا تو صحیح ولیکن تسلیم نہیں کرتے اور ان کی کفر کی وجہ سے بچھڑا ان کے دل میں سرایت کر گیا ہے

(۲) وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۝ ۶ : ۲۷، ۲۸

6-27-28 (۲) کاش تم ان کو ایسی حالت میں دیکھو کہ دوزخ پر کھڑے کیے جائیں اور لگیں کہنے اے کاش ہم واپس بھیجدیے جاتے (جائیں) اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہوں۔ بلکہ جس بے ایمانی کو

This ayat is proof enough that no one returns to earth again once dead!!

پہلے چھپاتے تھے ان کے آگے آئی اور اس کو
دیکھ کر لگے حسرت (کرنے) اگر واپس بھیجے
جائیں تو جس چیز سے ان کو منع کیا گیا ہے اس کو
6-27-28 پھر دوبارہ کریں اور کچھ شک نہیں یہ
جھوٹے ہیں۔

(٣) وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ
اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ
سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى
يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ ٦:٣٥و٣٦

(٣) اور اگر ان کی سرکشی تم پر گراں گذرتی ہے
اور تم سے ہو سکے کہ زمین کے اندر سرنگ تلاش کرو
یا آسمان میں کوئی سیڑھی اور کوئی معجزہ ان کو لا
دکھاؤ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان کو راہ راست
6-35-36 پر متفق کر دیتا تو دیکھو کہیں تم نادانوں میں نہ ہو جاؤ
(تمہارا سمجھانا) وہی مانتے ہیں جو سنتے ہیں اور
(یہ) مردے (ہیں) ان کو خدا اٹھائیگا پھر
اسی کی طرف لوٹائے جائینگے۔

(٤) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي
الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ
يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
٦ : ٣٨

اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ان کی
مثال ایسی ہی جیسے اندھیرے ہیں گونگے اور
6:38 بہرے۔ خدا جسے چاہے گمراہ کر دے۔ اور
جسے چاہے اسے راہ راست پر لگائے۔

(٥) اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ
الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ
خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا
وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ٨-٥ : ٢٢و٢٣

اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات (یہ کافر
8:22-23 ہیں) بہرے۔ گونگے۔ جو نہیں سمجھتے اور اگر اللہ
ان میں بہتری پاتا تو ان کو سننے کی قابلیت
بھی ضرور عطا فرماتا۔ لیکن اگر خدا ان کو سننے کی
قابلیت بھی دیتا تاہم یہ بدی ہوئی بات ہے
یہ لوگ منہ پھیر پھیر الٹے بھاگتے۔

بہت وہ ہو نشان آیت ۔5ہی ظاہر سے شاکلہ آیت جو اور ہی کیا کسب نے انھوں جو پڑیگا کرنا
صاف ہیں۔ جس سے معاملہ مذکورہ سے پردہ اُٹھ جاتا ہی۔ یعنی جب خدا ابتداًء انسان کو پیدا
کرتا ہی جیساکہ عموماً مسلمانوں کا عقیدہ ہی اور ان کے مقدر بھی ان کے گلے میں باندھ دیتا
ہے جیساکہ آیت نشان ۵ سے ثابت ہی تو خدا کا آیت نشان ۳ میں یہ فرمانا اگر اللہ ان میں بہتری
پاتا تو ان کو سُننے کی قابلیت بھی عطا فرماتا اگر خدا ان کو سننے کی قابلیت بھی دیتا تاہم یہ بدیہی بات ہے
یہ لوگ منہ پھیر پھیر اُلٹے بھاگتے قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اِن لوگوں سے خدا کو بغض نہیں
ہو گیا تھا جو ان کو گمراہی میں ڈال کر ہزاروں مصیبتوں میں پھنسا کر اِن کی دین و دنیا خراب کرکے
اپنا دل ٹھنڈا کرلے اور جبتک زمین و آسمان قائم ہیں ان کے گلے میں لعنت کا طوق پہنا دے۔
تمام خیالات محض غلط اور قابلِ مضحکہ ہیں۔ خدا کو کسی سے جو اپنا ہی مخلوق ہو کیسا بغض و عناد اور
دوسرے سے کیسی محبت آیت نشان ۹، ۱۰ اس ہمارے بیان کی پوری شہادت دیتے ہیں اور
آیت نشان ۹۹ اس بیان کی تائید کرتے ہیں۔ تمہارے اعمال کی بنیاد پر تم جس قابل تھے اسی لحاظ سے
ہم نے تم کو اور تمہارے اعمال کو بنایا ہے۔

وَاَن لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ ۵۳ : ۳۹ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا۔
مگر یہ قانون اٹل نہیں ہے۔ اگر تم معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرو اور انتظام دنیا کو سمجھو اور
یہی حال قسمت کا ہے۔ جس کی پوری تفصیل آیت نشان ۱ سے فرمادی ہی۔
اپنی اصلاح کے درپے [illegible] جو عقل اور سمجھ سے کام لیتا ہے وہ ناامید نہیں ہوسکتا۔

تا نزاید بخت تو فرزند تو خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو

آیت مذکورہ میں شاکلہ کے یہی معنی ہی اس کا مفہوم یونہی ہے تمہارے پچھلے اعمال نے تم کو
بری طرح سے جکڑ دیا ہی اور تمہارے نفس میں وہ آلائش بھری ہوئی ہی تو یہ کیسے ممکن ہی کہ تم نیک بنو
اور بُرائی نہ کروگے۔ جبتک تم اصلاح کے درپے نہ بنوگے۔ تمہارے نفس کی آلائش پاک نہ ہوگی۔
خدا نے انسان کو ناقص نہیں بنایا۔ جس کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ آیت، سورۃ الشمس۔ اور انسان کی اور اس ذات کی قسم جس نے
اس کو (ایسا) درست بنایا)۔

No muqaddar! — 53-39 — Read 53/38 no one will take the load of others — Hindu belief — بنو — 91-7

اور پھر اس کے بعد یہ بھی ارشاد ہوتا ہے:۔

91-8 فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ الشمس 91-8 پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری اس کو سمجھا دیا

اس سورہ کے ماقبل چھ آیتیں انسانی مادی ضروریات اور فوائد کے بیان کرنے کے بعد
اس کے روحی فوائد سے اسے محروم نہیں فرمایا۔ روحی فوائد اور اس کی صلاحیت کی تفصیل اور
برائی اور بھلائی کے نتیجہ سے اس کو نویں اور دسویں آیت میں تنبیہ فرما دیا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا جس نے اپنی روح کو پاک کیا ضرور مراد کو پہنچا

91-9 91-9 جس نے اس کو دبا دیا ضرور گھاٹے میں رہا۔

اور پھر سورۂ البلد میں ارشاد فرماتا ہے:۔

أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو
وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ 90: 8-10 ہونٹ نہیں دیے اور اس کو (نیکی اور بدی کے)

90-8-9-10 دونوں رستے (بھی) دکھا دیے۔

خدائے تعالیٰ نے انسان کے ساتھ پورا پورا احسان کیا۔ ہم کو عقل اور تمیز دی اب یہ ہمارا کام ہے کہ بھلائی کا راستہ اختیار کریں۔ ہم جو راستہ اختیار کریں گے۔ خدائے تعالیٰ اس راستہ کی رہنمائی فرمائیگا۔ اگر جنت میں رہنا چاہیں تو جنت میں بسنے کے قابل سب اسباب فراہم کریگا اگر جہنم میں ٹھکانا بنانا چاہیں تو اس کے اسباب بھی فراہم کر دینے میں اس کو (نفس و ضمیر) نہیں کیونکہ آیت نشان زدہ اس کی تفصیل فرما چکا ہے۔

خدائے تعالیٰ نے انسان کو نہ صرف ایک شرعی رسالت سے مزین فرمائی ہے۔ بلکہ عقلی رسالت سے بھی مزین فرمایا ہے۔

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ (۷۳ : ۱۹)۔ یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرلے

73-19 (آیت بالا سے انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ جو راستہ چاہے اختیار کرے)

76-29 اصل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ علت العلل ہے بہ لحاظ علت العلل کے ہر فعل کو اپنے طرف منسوب فرماتا ہے
دیکھو ہم ہوائیں کیسے چلاتے ہیں۔ پانی آسمان سے کیسے برساتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اور پھر سورۂ والليل کی یہ آیتیں۔

إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝۔
92 - 4 - 10

کہ بیشک تم لوگوں کی کوشش البتہ مختلف ہی تو جس نے دیا اور پرہیزگاری کا شیوہ اختیار کیا اور اچھی بات کو سچ سمجھا تو ہم آسانی کی جگہ اس کے لیے آسان کردیں گے اور جس نے دینے میں مضائقہ کیا اور پرواہ نہ کی اور عمدہ بات کو جھوٹ جانا تو ہم مشکل کی جگہ آسان کردینگے

92-4-10

اسی بنیاد پر خداتعالیٰ پھر سورہ نساء میں تاکید فرماتا ہے،

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۚ 4-79

تجھکو کوئی فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر نقصان پہنچے تیرے نفس کی طرف سے ہی

4-79

اسی علت العلل کی حیثیت سے یہ جملہ بھی ہی۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۷۶:۳۰

اور بے مشیت الٰہی تم لوگ چاہ نہیں سکتے۔

76-30

کیونکہ آیت نشان ۱ نے اس کی پوری صراحت کردی ہی۔

یہ امر ظاہر ہی کہ خدا عالم کے ظاہر اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہی۔ یہ بھی جانتا ہی کہ انسان کی شاکلہ کس قسم کی ہی اس لیے انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے یا کریگا اس پر کھلا ہوا ہے۔ پس جس راستہ پر انسان چلنا چاہتا ہی یا چلیگا اس کو اس کا پورا پورا علم ہی لہذا ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ سے مشروط فرمادیا۔ مگر اس کے ایسے معنی کرنا جس سے اس کے ماقبل کی آیت میں تعارض پیدا ہو کسی ذی شعور کا کام نہیں۔ 37-96

آیت "اللہ خلقکم وما تعملون" کے معنی

37-96 آیت نشان ۸ میں خدائے تعالیٰ جو ارشاد فرماتا ہی اَللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ جس بنیاد پر حضرات صوفیا اپنے ہر فعل کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہی اگرچہ خالق نیک و بد وہی علام الغیوب ہے مگر انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا ایک نتیجہ مترتب ہوتا ہی۔ اس نتیجہ کے مطابق انسان سزا و جزا کا مستحق ٹھیرتا ہے۔ وہ سزا و جزا پانے کے لیے وہی مسبب الاسباب اس کے اسباب پیدا کرتا ہے اس حیثیت سے اللہ خلقکم وما تعملون کا مطلب پورا پورا اترتا ہی نہ وہ جیسا کہ حضرات صوفیا کا خیال ہے۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق

اس آیت سے ہوتی ہے۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ۝ ١٧: ١٦ -

اور جب ہم کو کسی گاؤں کا ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے تو ہم اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانیاں کر چلتے ہیں۔ پھر وہ بستی حکم کی مستحق ہو جاتی ہے۔ پھر ہم اس بستی کو مار کر تباہ کر دیتے ہیں۔

انسان نے اپنی جہالت۔ سرکشی۔ نالیاقتی اور ناعاقبت اندیشی سے اپنے نفس میں وہ شیطنت پیدا کر لی۔ جس کی تلافی اس سے ہونا دشوار ہو گیا۔ اسی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے ان کو ہر طرح سے ڈرا کر دھمکا کر ترغیب و تحریص سے جہاں تک ممکن تھا۔ کام لیا۔ اگر انسان اسی جہالت میں پڑا رہا وہ اپنی تباہی کا گڑھا خود کھود رہا ہے۔ خدا اس بارہ میں کیا کر سکتا ہے۔ یہ سب ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ کلام اللہ کے معنی علماء نے اپنے خیال کے مطابق کئے ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت کچھ اختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔ جو ظاہر معنی کیے گئے ہیں وہ ایسے ہیں جس سے اصل مطلب پر پہونچنا دشوار ہو گیا ہے۔

انسان کی طبیعت کا میلان خود اُسی کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے

بہر حال مضمون بالا سے یہ پتہ چلا جو طبیعت کا میلان انسان میں ودیعت ہوا ہے یہ اُس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جب اس کو اس کا علم ہو جائیگا۔ تو وہ ضرور اپنی قوت ارادی سے کام لیگا۔ جس سے اس کی۔ قلبی۔ نفسی اور جسمانی حالتیں انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا۔ اور پھر اس کو جہنم میں جانے کی نوبت نہ آئے گی

پس انسان کی طبیعت کسی خاص استحقاق کی بنا پر ہوتی ہے۔ بجز استحقاق کے کوئی خاص طبیعت دینا بعید از قیاس و عقل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ خدا خصوصیت کے ساتھ کسی پر بے انتہا مہربان ہو اور کسی پر بے وجہ قہر و غضب کا اظہار فرمایئے۔ اگر ایسا ہو تو یہ سمجھا جائیگا کہ کل عالم پر غیر منصف کا تصرف ہے جو انسان کے لیے بالکل بیکسی اور نا امیدی کی شکل ہے مگر خدائے رحیم و کریم ایسا نہیں ہے لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ یہ سب ہماری سمجھ کا قصور ہے۔

ایں جہاں کوہ است فعل ما   ندا   سوئے ما آمد   ندا ہا را صدا

گندم از گندم بروید جو ز جو　　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

خدا کے محبوب و معتوب یہ لوگ ہیں جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ۝ ۲ : ۶۲۔

بیشک مسلمان۔ یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو ان کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔

2-62

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ
يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ
اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ
نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ ۱۸ : ۳۱

بیشک جو ایمان لائے اور کیں نیکیاں ہم نہیں کھوتے اجر ان کا جنھوں نے نیک کام کیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے رہنے کے لیے ہمیشگی کے باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ مہین اور دبیز ریشمی سبز کپڑے زیب تن کریں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہونگے اچھا بدلہ ہے اور آسائش کی عمدہ جگہ ہے۔

18:31

Kangan can only be adorned when there is a hand — proves there will be a hand after death!! silk for body!!

(۳) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ
هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ
تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۲۷ : 89

جو شخص نیک عمل لیکر حاضر ہوگا تو اس کو اس سے بہتر (بدلہ) ملیگا اور ایسے لوگ اس دن خوف سے امن میں ہونگے اور جو برے عمل لیکر آئینگے تو وہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈھکیل دیے جائینگے (اور کہا جائیگا) تم کو اپنی عملوں کی سزا دیجا رہی ہے جو تم کرتے ہو۔

27:89

ان کے علاوہ اور آیتیں فٹ نوٹ میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو فٹ نوٹ صفحہ ۳۷ پر نشان ※

ان آیات کا عمل اس دنیا میں دیکھ لو۔ یہی دنیا جائے عمل ہے۔ یہی دنیا عقبیٰ کی حیثیت رکھتی ہے

3:12
(۱) قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ۳:۱۲

ع۱ جو لوگ منکر ہیں ان سے کہہ دو کہ کوئی دن جاتا ہے کہ تم مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے۔ اور کیا بری تیاری ہے

4:31
(۲) اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ ۴:۳۱

ع۲ جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے اگر تم ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے قصور تمہارے نامۂ اعمال سے محو کر دیں گے۔ اور تم کو لیجا کر مقام عزت میں جگہ دینگے

11: 105 - 106
(۳) فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۱۱: ۱۰۵و۱۰۶

ع۳ تو جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں ان کو چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔ اور جب تک آسمان و زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہینگے۔ مگر جس کو تمہارا پروردگار چاہے۔

11: 107
(۴) وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۱۱: ۱۰۷

ع۴ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ بہشت میں ہوں گے جب تک آسمان و زمین ہیں برابر اسی میں رہینگے۔ مگر جس کو خدا چاہے۔

19: 84-85-86
(۵) فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ ۱۹: ۸۴و۸۵و۸۶

ع۵ تو تم ان پر عذاب کی جلدی نہ کرو ہم ان کے لیے (دن) گن رہے ہیں جبکہ ہم پرہیزگاروں کو خدائے رحمٰن کے حضور میں مہمانوں کی طرح جمع کریں گے اور گنہگاروں کو پیاسے داوڑوں کی طرح جہنم کی طرف ہانکینگے۔

(۶) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ع۶ اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی تنگ میں گزرے گی اور

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ ہو =

یہاں سے جو کمائی کر کے لیجاتے ہیں وہاں سے اسی کے مطابق اپنے قوی لیکر آتے ہیں اور بموجب استحقاق انکو

اعمیٰ ۝ قال رب لم حشرتنی اعمیٰ و
قد کنت بصیرا ۝ قال کذلک اتتک
ایتنا فنسیتہا ج وکذلک الیوم تنسیٰ ۝
۲۰: ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵
20: 123-124-125

قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کر کے اُٹھائینگے۔ (وہ)
کہیگا اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو اندھا کیوں
اُٹھایا۔ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ فرمائیگا۔ ہماری آیتیں تیرے
پاس آئیں مگر تو نے اُن کی کچھ خبر نہ لی اور اسی طرح
آج تیری بھی خبر نہ لی جائے گی۔

20: 123, 124, 125

(۷) ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت
جنت تجری من تحتہا الانہار یحلون فیہا
من اساور من ذہب ولؤلؤا ط ولباسہم
فیہا حریر ۝ ۲۲: ۲۳

جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل کیے ان کو
اللہ باغوں میں داخل کریگا۔ جن کے تلے نہریں بہ رہی
ہونگی۔ وہاں اُن کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے
اور موتی اور وہاں اُن کا لباس ریشمی ہوگا۔

22: 23

(۸) ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ لا
اولئک عنہا مبعدون ۝ لا یسمعون
حسیسہا ج وہم فی ما اشتہت انفسہم
خلدون ج لا یحزنہم الفزع الاکبر
وتتلقہم الملئکۃ ط ہذا یومکم الذی
کنتم توعدون ۝ ۲۱: ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳

بیشک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے
سے بھلائی لکھی جا چکی ہے وہ دوزخ سے دور
رکھے جائیں گے۔ اس کی بھنک بھی اُن کے
کانوں میں نہیں پڑیگی اور وہ اپنی من مانی مرادوں میں
ہمیشہ رہینگے اور اُن کو بڑا بھاری خوف بھی پریشان
نہیں کریگا اور فرشتے اُن کو ہاتھوں ہاتھ لینگے۔
اور کہینگے یہی تو وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا

21: 101, 102, 103.

(۹) جنت عدن یدخلونہا یحلون فیہا
من اساور من ذہب ولؤلؤا ج و
لباسہم فیہا حریر ۝ ۳۵: ۳۳

ہمیشہ رہنے کے باغ کہ یہ لوگ رہنے کے لیے ان میں
داخل ہوں گے وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی
پہنائے جائینگے۔ اور وہاں ان کا لباس بھی ریشمی ہوگا۔

35: 36

(۱۰) انی امنت بربکم فاسمعون ط قیل
ادخل الجنۃ ط ۳۶: ۲۵

میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں سو میری بات سنو
ارشاد ہوا کہ جنت میں جا داخل ہو۔

36: 25

یہاں پھل ملتا ہے۔ محب نے کیا خوب رباعی اس کے متعلق کہی ہے۔

لاتے بھی ہیں اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں ۔ لے جاتے ہیں اعمال تو لے لاتے ہیں
گر مال ہے اچھا تو یہاں سود بھی ہے ۔ ورنہ ہر بازار ہزر پاتے ہیں

یہ بعینہٖ کلام اللہ کی اس آیت کا ترجمہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۔ اے آدمی کاہے سے بہکا تو اپنے رب کریم پر
الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي ۔ جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا۔ پھر
82:6-8 أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۵ ۸۲ سورۃ الانفطار ۔ تجھ کو برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ
82

دنیا میں جو لوگ خدا کے محبوب اور پیارے اور نیز خدا کے معتوب و مردود نظر آتے ہیں وہ انھیں آیات کے مصداق ہیں۔

انسان کا مستقر کون مقام ہے۔

معلوم نہیں مسلمانوں میں جو خیال آخرت کا اس دنیا سے خارج میں پیدا ہوا ہے اور جنت و دوزخ اس زمین سے خارج ایک علیحدہ چیز قرار دی گئی ہے کس بنیاد پر ہے آیات کلام اللہ سے کچھ بھی اس کا پتہ نہیں چلتا چنانچہ ہمارے جد اعلیٰ آدم علیٰ نبینا علیہ السلام کے نسبت خدا نے فرمایا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۔ تم کو ایک وقت خاص تک زمین پر رہنا ہو گا۔
قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا ۔ اور سامان (زیست) بھی زمین میں مہیا ہے۔ خدا نے
تُخْرَجُونَ ۵ ۷ : ۲۴ و ۲۵۔ پھر بھی فرمایا زمین ہی پر زندگی بسر کرو گے۔
7:24-25 اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے نکال کھڑے کیے جاؤ گے۔

اور پھر دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۵ أَحْيَاءً وَّ ۔ کیا ہم نے زمین کو جیتوں (زندوں) اور مردوں کی سمیٹنے
77:25-26 أَمْوَاتًا ۵ ۷۷ و ۲۵ و ۲۶ ۔ والی نہیں بنایا۔

اور نیز دوسری آیتوں سے بھی اس کا پتہ نہیں چلتا کہیں خدا نے فرمایا ہو کہ اس دنیا سے خارج کوئی خلافت ملے گی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

(۱) وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ط ۵ : ۶۶

اگر یہ توریت اور انجیل اور ان کو جو ان پر انکے پروردگار کی طرف سے اُترے ہیں قائم رکھتے تو ضرور اوپر سے اور پاؤں کے تلے سے (رزق الہٰی) اور کھاتے۔

5:66

(۲) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ٥ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ٥ ط -
۲۱ : ۱۰۵ و ۱۰۶

ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ ہماری نیک بندے زمین کے وارث ہونگے جو لوگ خدا کی عبادت کرنے والے ہیں - بلا شبہ ان کے لیے اس میں (بشارت) پہنچا دینا ہے۔

21:105-106

(۳) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥
۲۴ : ۵۵

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کریگا جیسے اُن لوگوں کو عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور جس دین کو اُس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اُس کو ان کے لیے جمار کھیگا اور خوف جو ان کو ہے اس کے بعد ان کو بدلے میں امن دیگا کہ ہماری عبادت کیا کرینگے - کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانینگے اور جو لوگ اس کے بعد ناشکری کرتے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں -

24:55

جنت یعنی کہاں ہے

جنت کی نسبت کلام اللہ نے کوئی تخصیص نہیں کی یعنی جنت کہاں ہے جیسے زمین کے باغات پر جنت کا اطلاق ہوا ہے ویسا ہی آخرت کے باغات پر - دونوں میں کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا - اب رہا خلد و خلود اس پر بحث ہو سکتی ہے - خلد و خلود اصل میں دیر تک ثابت رہنے کو کہتے ہیں - چاہے یہ کیفیت دوامی ہو یا نہ ہو اس لیے چولھے کے پتھروں کو بھی خوالد یعنی ہمیشہ رہنے والے کہتے ہیں نظام نیشاپوری نے خلد کے معنی بقائے دوام کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق یہ بھی تشریح کی ہے کہ

This is Ilmulghaibl

صرف معتزلہ نے خلد و خلود کی معنی بقائے دوام کے لیے ہیں۔ ورنہ اشاعرہ اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ ان کی معنی دیر تک ثابت رہنے کے ہیں۔

(غرائب القرآن در غائب الفرآن النظام نیشاپوری علی ہامش جامع البیان۔ لابن الجریر الطبری جلد ا صفحہ ۱۹۴)

بایں ہمہ مفسرین اس ضمن میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ خلود کے معنی بقائے دوام نہ سہی مگر دراصل جنت میں بقائے دوام ہی ہوگا۔ اس تاویل کی ضرورت یہ تھی کہ جنت کا مفہوم باغ بہشت سمجھ لیا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ جس کو بہشت نصیب ہوگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نصیب ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب قرآن نے جنت کو باغ دنیا کے لیے استعمال کیا ہے اور خلود کے معنی بقائے دوام کے نہیں ہیں تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے اور کیا ضرورت ہے کہ جنت کی نعمتوں کو روحی مانا جائے [1]

آیات کلام اللہ سے ثابت ہے کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں چنانچہ فرماتا ہے

(۱) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۞ ۲ : ۲۴

پس اگر نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور وہ منکروں کے لیے تیار ہے۔ 2:24

(۲) وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۞ ۳ : ۱۳

اور دوزخ سے ڈرتے رہو جو کافروں کے لیے تیار ہے۔ 3:13

(۳) وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۞ ۳ : ۱۳۳

اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو جس کا پھیلاؤ اتنا ہے جیسے زمین و آسمان پھیلاؤ اور وہ اُن لوگوں کے لیے تیار کرائی گئی ہے جو پرہیزگار ہیں۔ 3:132

اس مقام پر اس واقعہ کا ذکر بےموقعہ نہ ہوگا کہ ہرقل کے سفیر نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب جنت کا پھیلاؤ اتنا وسیع ہے جیسے زمین و آسمان تو پھر دوزخ کہاں ہوگی

[1] خلاصہ کلام مولوی عبداللہ العمادی۔ مولف محکمات مجلد اوّل۔

تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ فاین اللیل اذا جاء النہار - یعنی وہ ذات پاک ہے - جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے - اس سے خود پتہ چلتا ہے کہ جنت و دوزخ انسان کو گھیرے ہوئے ہیں۔

آیت ہائے بالا سے پتہ چلا کہ جنت و دوزخ موجود ہیں - ان کا وجود اس زمین سے خارج تو نہیں ہو سکتا۔ پس ہمکو اس زمین سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔

جغرافیائی حالت سے عرب ایک ایسا بے آب و گیاہ ملک ہے - جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھا جائے ریگستان کے سوا کچھ نہ پائے - وہاں باغات و انہار شاذ و عنقا صفت - جن کے باغات اور ان میں انہار تھے - ان کی بڑی عزت و وقعت سمجھی جاتی تھی - چنانچہ کفار عرب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت اپنا تعجب ظاہر کرتے تھے جس کے نسبت قرآن شریف میں مذکور ہے :-

17:90-91 وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝

۱۷: ۹۰ و ۹۱

کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان لانے والے ہیں نہیں کہ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اور اُس کے بیچ بیچ میں تم نہریں جاری کر دکھاؤ۔

اسی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے ان کو نیک اعمال اور ایمان کے صلہ میں جنت کا وعدہ فرمایا جو عرب کے باہر جب اس قوم کے فتوحات ہونگے تو عمدہ عمدہ زمینات کے یہ مالک ہونگے اور روم و شام و ایران وغیرہ کے متعلق پیشینگوئیاں ہو چکی تھیں - در اصل اتنی بات تھی جس کو زمانہ کے لوگوں نے زمین سے خارج ایک اور چیز قرار دیا - چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے -

55:45 وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ ۵۵: ۴۵

اور جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈر رہا ہو اُس کو دو باغ ملینگے

اور پھر فرماتا ہے :-

55:61 وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ۝ ۵۵: ۶۱

ان دو کے علاوہ دو باغ (اور) ہونگے -

اور پھر فرماتا ہے :-

فِیْھِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ع ٥٥ : ٤٩ — دونوں میں دو چشمے بہ رہے ہوں گے۔ 55:49

اور پھر فرماتا ہے۔

فِیْھِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ع ٥٥ : ٦٥ — ان دو میں دو چشمے ابل رہے ہونگے۔ 55:66

اب یہ حدیث ملاحظہ ہو۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیحون و جیحون والفرات والنیل کل من انہار الجنۃ [1]

ان آیات اور اس حدیث کے ملاحظہ کے بعد ہر شخص ہمارے بیان مندرجہ بالا پر غور کرسکتا ہے کہ جنت اس زمین پر ہے یا اس سے خارج۔

مولف محکمات مجلد اول نے اس بارہ میں بہت جامع بحث کی ہے فرماتے ہیں "یہ بھی وہ خلاف عقل تاویلات جو عموماً تفسیروں میں پائے جاتے ہیں جن کے لیے کوئی صحیح و مستند روایت موجود نہیں ہے ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے۔

لا یشبہ شیئ مما فی الجنۃ ما فی الدنیا الا الاسماء [2] — بہشت کی چیزوں میں سے کوئی چیز دنیا کی چیزوں میں سے اگر مشابہ ہوگی تو صرف نام مشابہ ہوگی

دوسری روایت میں ہے۔

لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ الا الاسماء [3] — بہشت کی چیزوں میں سے دنیا میں کچھ نہیں ہے اگر ہے تو نام ہی نام ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:۔

لیس فی الدنیا من الجنۃ شیئ الا الاسماء [4] — نام کے سوا دنیا میں بہشت کی کوئی چیز نہیں ہے

اور دوسری طرف بہشت کے تمام متعلقات کی اس کیفیت سے تشریح کی جاتی ہے کہ

---

[1] مسلم جلد ۲ باب مافی الدنیا من انہار الجنۃ صفحہ ۳۵۱

[2] ابن جریر عن محمد ابن بشار قال حدثنا مومل قال حمیا حدثنی سفیان عن الاعمش عن ابن عباس الخ۔

[3] ابن بشار فی حدیثہ عن مومل۔

[4] ابن جریر عن عباس بن محمد قال حدثنا محمد بن عبید عن الاعمش عن ابن ظبیان عن ابن عباس الخ۔

گویا یہہ نعمتیں ہمارے باغ کی مولیاں ہیں کہ اُن کے طول وعرض وحجم ورنگ وبو ومزہ محل و
خاصیت کے متعلق کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم اس کے ہر ایک جزیہ کو شرح و
بسط سے بیان کر سکتے ہیں۔ آیات کلام اللہ جو جنت کے متعلق قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں
ان کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ "ان تمام آیتوں میں جنت سے مراد باغ دنیا ہے
آخرت نہیں۔ اگر اسی ضمن میں وہ آیتیں بھی شامل کر لی جائیں۔ جن میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام
کے جنت میں داخل ہونے اور نکلنے کا تذکرہ ہے تو نظیروں کا شمار نہایت وسیع ہو جاتا ہے اس لیے
کہ بعض نامور محققین نے حضرت آدم کی جنت کو بھی باغ دنیا ہی قرار دیا ہے۔ باغ آخرت نہیں
قرار دیا ہے۔ اسی معنی کے تسلیم کرنے پر خدا کے مطیع بندوں (مسلمانوں) کو آیت مذکورہ بالا میں
جس جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ ایمان دار اور نیک کردار ہونے کی شرط پر دنیا میں بھی
انھیں مل سکتی ہے۔ اگر چاہیں تو پکے مسلمان بنکر بہشت کی دلچسپیاں ابھی ہندوستان میں اٹھا سکتے ہیں۔
جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے یہہ جنت نفسی کے متعلق تھا۔ کلام اللہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ
اسی جنت کی تعریف ہے -

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ ۴ : ۵۷

4:57 اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے
نیک کام کیے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں
میں داخل کرینگے جن کے تلے نہریں بہ رہی
ہونگی ان میں (وہ) ہمیشہ ہمیشہ رہینگے ان
میں ان کے لیے بی بیاں ہونگی۔ صاف ستھری
اور ہم ان کو گھنی گھنی چھاؤں میں لے جا کر رکھینگے

عرب کے ملک میں بجز ریگستان کے کچھ نہیں ہے اس زمین میں سایہ دار درخت نہیں ہوتا۔ عرب
کو اس تابش آفتاب سے بچانیوالا کوئی سایہ نہیں اس لیے عرب کو سایہ بہت بڑی نعمت تھی اور
وہ لوگ جب شام ایران مصر و یورپ کے ممالک میں پہنچے ان کو یہہ جنتیں نصیب ہوئیں۔ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے اہل مکہ کے لیے دعا فرمایا تھا۔

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝
۱۴ : ۳۶

14:36 روزی دے ان کو میووں سے شاید وہ شکر کریں

(تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶)

اس کے نسبت تفسیر انوار میں بیان کیا گیا ہی۔ میوہ جات سرما و گرما و بہار و خزاں مکہ معظمہ میں برابر دستیاب ہوتے ہیں۔ خدا نے یہی ابواب کلام اللہ میں بیان فرمایا ہی۔ چنانچہ ایک جگہہ بیان فرماتا ہی

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوا ۱۳ : ۳۵

پرہیزگاروں سے جس باغ کا وعدہ کیا جا رہا ہی اُس کا حال یہ ہی اس کے تلے نہریں بہ رہی ہونگی میوہ اور سایہ اس کا ہمیشہ رہے یہ ہی اُن لوگوں کا انجام جو پرہیزگاری کرتے رہے۔ 13:35

اور ایک جگہ فرماتا ہے:

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۳۵ : ۳۳

باغ ہیں بسنے کے جن میں جائینگے وہاں گہنا پہنا ویگا۔ اُن کو کنگن سونے کے اور موتی اور اُن کی پوشاک وہاں ریشمی ہو۔ 35: 33

عین المعانی میں بیان کیا گیا ہے کہ کنگن طلائی اور موتی شاہان عرب کا خاص زیور تھا جیسے تاج شاہانِ عجم کے لیے۔

یہ جملہ ابواب ایسے تھے جن کی زمین کی خلافت کے لیے ضرورت تھی اور جس کے عرب متمنی تھے۔ اس کو خدا نے ترغیب و تحریص کے لیے بیان فرمایا۔ اس کو ہم زمین سے خارج میں قرار دینے کا نتیجہ ہے جس سے دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور تاویلات کی ضرورت۔

اس مقام پر اگر ہم جان ولیم ڈریپر۔ ایم۔ ڈی۔ ایل ایل۔ ڈی کی کتاب کنفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس کے خیالات کا ذکر کریں تو نامناسب نہ ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۱ میں تحریر کرتے ہیں:۔

خلفائے اندلس جملہ مشرقی تکلفات میں جو لازمۂ زندگی تھا گھرے ہوئے تھے۔ عالیشان عمارات ہوش ربا باغات ہوتے تھے ان کے محلات میں خوبصورت عورتوں کا جمگھٹا تھا یورپ موجودہ زمانہ میں بھی وہ خوش سلیقگی۔ نفاست۔ شانداری کا نمونہ ظاہر نہیں کر سکا جو اس زمانہ کے اندلس کے عربی پائے تخت میں نمایاں تھا۔ اس کی سڑکیں پٹی ہوئیں اور روشنی سے منور تھیں۔ مکانات

زمینا

کی دیواریں روغن سے مزین تھیں اور (ریشمی) قالینوں سے آراستہ ان کے مکانات موسم سرما میں آگ سے گرم رہتے تھے اور موسم گرما میں خنک ہوا پھولوں کے تختوں سے بذریعہ نلوں کے زمین دوز معطر ہوتی تھی۔ ان کے پاس۔ حمام۔ کتب خانے۔ کھانے کے کمرے وغیرہ اور پانی کے فوارے جاری تھے۔ خاص شہر اور دیہات میں خوب چہل پہل رہتی تھی۔ ناچ اور گانا ہوتا تھا۔ ان کی مجلسیں ان کے شمالی ہمسایوں کی شراب کی بدمستی کے عوض بہت سادہ اور بدمستی سے دور تھے۔ کیونکہ شراب ممنوعات مذہبی سے تھی۔ اندلوسیہ کی جادو بھری چاندنی راتوں میں مسلمان علیحدہ مقامات پر آراستہ و پیراستہ باغات میں۔ یا لیموں کے (جھول) جنون میں گزارتے تھے اور وہاں یا تو فلسفانہ تقریریں ہوتی تھیں یا داستان سُنے جاتے تھے دسویں صدی عیسوی میں خلیفہ حاکم ثانی نے خوب صورت اندلوسیہ کو دنیا کا بہشت بنا دیا تھا۔

کلام اللہ و احادیث سے جنت کا جو پتہ چلتا ہے وہ یہی جنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پیغام دیا تھا کہ شام کے مُلک کو چلو وہاں شہد اور دودھ کی نہریں بہتی ہیں حالانکہ شام میں نہ دودھ کی نہر ہی اور نہ شہد کی۔ اس سے غایت صرف افراط ہی۔ اور یہ زبان کے محاورات ہیں۔ انھیں کو استعارات کہتے ہیں۔ اگر ان الفاظ کے لفظی معنے کی جائے تو عبارت مہمل ہو جاتی ہے۔ یہ جنت انھیں لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں تھی۔ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ ایسے لوگوں کو خواہ وہ کسی مذہب کے پابند ہوں اگر ایماندار اور متقی ہونگے خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسے باغات جس میں نہریں بہتی ہونگی۔ نصب کریگا۔ خدا کا فضل محدود نہیں ہی۔

Deen of Madhab
He could not differentiate ??

روحی جنت | اب رہی سورۃ النجم کی یہ آیت۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝

اس کو اس نے دیکھا ہے۔ ایک دوسرے اتارے میں پرلے حد کی بیری پاس اُس پاس ہے بہشت رہنے کی۔

53:13-14-15

۵۳ : ۱۳ و ۱۴ - ۱۵ -

اس میں جس بہشت کا ذکر ہی وہ مقام وحدت کا ہی اور وحدت ایسا مقام ہے کہ جہاں کسی قسم کے جسم کے ٹھیرنے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ یہ بالکل فنائیت کا درجہ ہے یہاں وہی قدسی صفات ٹھہر سکتے ہیں جن کے نفس بالکل پاک ہوتے ہیں۔ یہ مقام ہر شخص کے

ٹھہرنے کا نہیں ہے۔ اور یہ بھی اسی دنیوی زندگی کی حیثیت سے اسی مادی جسم میں استحقاق ہوگا اور یہی ارواح مقدس اس دنیا میں بھی موجود رہینگے اور مقام مذکور میں بھی ان کا مقام ہو ان روحوں کا بعد ان کے وصال کے اصلی مسکن و مستقر تو اسی زمین پر ہوگا مگر ان کو ہر مقام پر ٹھہرنے کی آزادی رہیگی اور یہ جو خدائے تعالیٰ نے جنتیوں کو اپنے دیدار کی لذتِ مزید کا استحقاق بخشا ہے وہ اسی مادی جسم کی حیثیت سے ہے۔ یہیں سے ان کو خدا کا دیدار ہوگا۔ اور وہ اس سے پورا پورا حظ اٹھائینگے۔ اگر روح کو خاص اُسی جنت میں دیدار ہوگا تو دیکھنے والا کون ہوگا اور دیکھا ہوا کون ہوگا۔ اس کو وصال نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ شرک ہوگا۔ اِن قدسی صفات کو باغوں۔ نہروں۔ پھلوں۔ دودھ اور شہد سے کیا مناسبت۔ وہ روحی سرور میں مست رہینگے۔ یہی اُن کی جنت ہے اور یہی نفوس قدسی ہیں جن کے نسبت خدا نے سورہ والصّٰفّٰت میں فرمایا ہے۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۙ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى	کیا اب ہم کو نہیں مرنا مگر جو پہلی بار مر چکے اور
وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ ۳۷ : ۵۸ و ۵۹	ہم کو تکلیف نہیں پہونچنی

37: 58-59

یا سورۂ دخان میں یہ فرمان۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ج ۴۴ : ۵۶۔	نہ چکھینگے وہاں مرنا مگر جو پہلے مر چکے۔

44: 56

ان ارواح قدسی نفوس کا دنیا میں آنا اب اُن کی خوشی پر منحصر ہے۔

خداوند تعالیٰ کی رحیمی و کریمی اور عدل کی تصدیق آیتہائے ذیل سے ہوتی ہے جو خدائی کی شان کے شایاں ہے نہ کہ خصوصیت کا برتاؤ کرے۔

(۱) وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ۳ : ۲۵	اور ہر چیز کو جیسا اُس نے کیا ہے پورا بھر دیا جائیگا اور لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔
(۲) كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ ۵۲ : ۲۱	ہر شخص اپنے عمل کے بدلے گروی ہے۔
(۳) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ ۵۳ : ۳۹	اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنا اس نے کوشش کی

3: 25

52: 21

53: 39

53:40 وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ۵۳ : ۴۰ — 53:40
کوشش کی اور یہ کہ اس کی کوشش آگے چلکر دیکھی جائے گی۔

ان کے علاوہ اور آیتیں[1] فٹ نوٹ میں دی گئی ہیں۔

---

[1] (۱) وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ۳ : ۱۶۰ — 3:161

3:161 اور جو خیانت کا مرتکب ہوگا تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن اس کو حاضر کرنی ہوگی۔ پھر ہر شخص نے جیسا کیا ہے اُس کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

(۲) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ ۴ : ۳۲۔

4:32 اور خدا نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر جو برتری دے رکھی ہے اس کا کچھ ارمان نہ کرو۔ مردوں نے جیسے عمل کیے ہوں ان کو ان کا حصّہ اور عورتوں نے جیسے عمل کیے ہوں ان کو ان کا حصّہ۔

(۳) وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ ۷ : ۵۸۔

7:58 اور جو بستی عمدہ ہے اس کے پروردگار کے حکم سے اس کی پیداوار عمدہ نکلتی ہے۔ اور جو ناقص ہے پیداوار بھی ناقص ہی ہوتی ہے۔

(۴) وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ ۶ : ۱۶۶۔

6:166 اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو نائب بنایا ہے اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرے۔

(۵) وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

اور جب تمہارے پروردگار نے جتا دیا تھا کہ وہ ضرور ان پر روزِ قیامت تک ایسے حاکم مسلط کرتا رہیگا جو ان کو بڑی تکلیفیں پہنچاتے رہینگے۔ بیشک تمہارا پروردگار سزا بھی بہت جلد دیتا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا

آیات مذکورہ بالا کی عجیب و غریب انسانی حالات سے تطبیق کی جائے تو یہ انتظام عالم پکار رہا گواہی دیتا ہے کہ یہ سب انسانی تباہی و بربادی خوش حالی و اقبالمندی کسی کارگزاری کے صلہ میں ہے اور یہ انتظام کسی خاص قانون کا پابند ہے نہ یہ کہ خدا کی جبریہ تجاویز ہیں۔ اگر تناسخ

أُمَمًا ۚ مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ ۷: ۱۶۷ و ۱۶۸	مہربان بھی ہے اور ہم نے بنی اسرائیل کو گروہ گروہ کر کے ملک میں پراگندہ کر دیا۔ ان میں بعض تو نیک تھے اور بعض نیک نہیں تھے اور ہم نے ان کو سُکھ اور دکھ سے آزمایا تاکہ ہماری طرف رجوع لائیں۔ 7: 167-168
(۶) إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ○ ۱۰: ۴	وہی اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اُن کو دوبارہ زندہ کریگا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے انصاف کے ساتھ ان کو بدلہ دے اور جو لوگ کفر کرتے رہے دیتا ہے ان کے لیے ان کے کفر کی سزا میں پینے کو کھولتا ہوا پانی ہوگا اور عذاب دردناک 10: 4
(۷) مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ ۱۱: ۱۵ و ۱۶	(نیک کام کرنے سے) جن کا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیوی رونق ہوتی ہے۔ ہم ان کو ان کے عملوں کا پورا بدلہ دنیا میں بھر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے (یہی) وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں دوزخ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جو عمل ان لوگوں نے دنیا میں کیے آخرت میں سب گئے گزرے ہو گئے۔ اور ان کا کیا دھرا لغو۔ 11: 15-16
(۸) وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ ۱۶: ۷۱	اور خدا ہی نے تم میں سے بعض کو (بعض پر) برتری دی ہے تو جن کو زیادہ دی گئی ہے اپنی روزی لوٹا کر اپنے زیردستوں کو نہیں دیدیا کرتے کہ روزی میں ان کا حصہ برابر ہو۔ 17: 16.

کو مانا جائے تو اس سے بہت سے معاملات سے پردہ اُٹھ جاتا ہے جس کا جواب عقلاً و نقلاً آجتک کسی سے بھی نہ بن پڑا۔ جبر و قدر کا مضمون خود بخود حل ہو جاتا ہے جس کو ہزاروں تدبیروں سے حل کرنے کی کوشش کی گئی مگر لاحاصل۔ انسان جو اپنی قسمت کے لحاظ سے ہزاروں گلہ اور شکوہ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے بدگمان ہوتے ہیں۔ اپنے افعال پر نادم ہوں گے نہ صرف نادم بلکہ جب انتظام عالم سمجھا دیا جائیگا تو عجب نہیں کہ وہ اپنی اصلاح کے آپ در پے ہوں۔ اغیار[1] مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت جو اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا خدا جابر ہے جیسا چاہتا ہے بناتا ہے اور پھر اس کو مستحق ثواب و عذاب قرار دیتا ہے۔ موجودہ حالت میں بظاہر صحیح پایا جاتا ہے جب معاملہ سے پردہ اُٹھ جائیگا اعتراض کا موقعہ نہ ملیگا۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے۔

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ ۴۳ : ۲۰

43:20 اور کہتے ہیں کہ خدائے رحمان چاہتا تو ہم ان کی پرستش نہ کرتے۔ ان کو معاملہ تقدیر کی کچھ خبر ہی نہیں۔ نری اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔

(۹) اُنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝ ۱۷ : ۲۱

17:21 دیکھو ہم نے دنیا میں بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی ہے اور البتہ آخرت کے درجے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور (اس دن کی) برتری کہیں بڑھکر ہے۔

(۱۰) إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ ۱۷ : ۳۰

17:30 تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے باخبر دیکھنے والا ہے۔

(۱۱) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ ۲۰ : ۱۳۱

20: 131
15: 88 ہم نے جو مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کے ساز و سامان استعمال کے لیے دے رکھے ہیں کہ ان کو ان میں آزمائیں تم اپنی نظر ان پر نہ دوڑانا۔

[1] مسٹر ایمی بیسنٹ نے اپنی ایک تصنیف میں یہ طعنہ دیا ہے۔

انسان کو مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟ یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا میں انتظام اور امن قائم رکھنے کے لیے انسان کو مذہب کی ضرورت داعی ہوئی جب ایسا ہی تو انسان کی بد اعمالیوں کی سزا اس دنیا میں ملنا باعثِ عبرت ہو سکتا ہے۔ اس سے بہت کچھ امن میں مدد مل سکتی ہے۔ اور منشائے خداوندی پورا ہو سکتا ہے جیسے کہ آیات بالا سے ظاہر ہے۔ دنیا کا جھگڑا دنیا میں طے ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ روح اور جسم کوئی علیحدہ چیز نہیں ہیں۔ دونوں کا تعلق ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہے۔ پس اگر روح کو آلہ نہ ملتا تو روح سے کسی قسم کی برائی ہونا محالِ عقلی ہے

پاک بودی در حریم کبریا   از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا

روحی سزا و جزا کا خیال در اصل سزا و جزا کا درپردہ انکار ہے معلوم ہوا کہ آلہ نے روح کو نجاست میں پھنسایا۔ اس کے نسبت یہاں تک تو صحیح ہے کہ روح جو اثرات لیکر اپنے وطن کو گئی تھی اس کے مطابق اثر روحی مقام میں مستحکم کر لی۔ اس حد تک روحی سزا سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر محض روح کا سزا بھگتنے والا خیال بے اصل ہے۔ کیونکہ روح میں احساس رنج و راحت کا نہیں ہے۔ اور نہ کلام خدا سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور نہ کلام نزلی سے اس کی تائید۔ اسی وجہ سے کلام اللہ شروع سے آخر تک جسم پر سزا عائد کرنے کا دعویدار ہے۔ خدا روح کو ان اثرات کی مناسبت سے مقام مناسب پر سزا بھگتنے اور جزا حاصل کرنے کے لیے اسی دنیا میں بھیجتا ہے۔ گویا دنیا حقیقتاً تادیب خانہ ہے۔ بیان مذکورۂ بالا نہایت درجہ غور کے لائق ہے موجودہ اعتقاد کے لحاظ سے اہل اسلام مضامین مذکور پر اپنا مذہبی اعتقاد تو رکھتے ہیں مگر ان کا دل اس کو قبول نہیں کرتا اور نہ کسی اور طریقہ سے اطمینان ہو سکتا ہے۔

توارث اخلاقی و روحی ثابت نہیں یہ کہنا بھی بے موقع ہوگا کہ تجربہ سے اور نیز علم سائنس سے مادی توارث تو ثابت ہے مگر اخلاقی اور روحی توارث کا ثبوت نہیں ملتا۔ انسان کی عمر جیسی جیسی ترقی کرتی جاتی ہے۔ انسان کا تجربہ بڑھتا جاتا ہے کسر نفسی پیدا کرتا ہے۔ دوسروں کی خوشی اور فائدہ کے لیے اپنا نقصان گوارا کرنا سیکھتا ہے۔ مگر اس کی اس عمر کے بعد اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ جو وراثتاً اس کا اثر قبول کیا جا سکے۔ بشرطیکہ وراثت کا اثر ہو سکتا ہو۔ اولاد پیدا ہونے کا زمانہ ماں باپ

کی جوانی کا ہوتا ہے۔ جو بالکل بے سمجھی کا زمانہ ہی۔ جوانی میں جو خصائل والدین میں ہوتے ہیں اس کا اثر ہونا چاہیے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہی۔ موت کے بعد تو یہ خوبی کچھ کارآمد نہیں ہو سکتی اس کا فائدہ اس مادی دنیا میں ہونا چاہیئے۔ اگر تناسخ کا اصول قبول کیا جائے تو اس سے روح کی ترقی کا موقعہ ملتا ہے جو اپنے ظہور کے لیے اچھے مادہ کی متلاشی رہتی ہے جس سے روح اور جسم دوش بدوش بلند پروازی کر سکتے ہیں۔ اسی کے نسبت خدائے پاک نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا

اعراف ۷: ۵۸ — 7:58

جو بستی عمدہ ہی اس کے پروردگار کے حکم سے اس کی پیداوار بھی (عمدہ) نکلتی ہی اور جو بستی ناقص ہے اُس کی پیداوار بھی ناقص ہوتی ہے۔

جب یہہ امر مسلمہ ہی کہ اخلاقی اور روحی اثر وراثتاً نہیں ہی تو عالم میں جو کچھ ترقی روحی اور اخلاقی دیکھی جاتی ہے۔ اُس کو لامحالہ تناسخ کی طرف منسوب کرنا ضرور ہوگا۔ اور خدا کا وہ فرمان۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۱۵:۷۱ —۱۴ — 17-14

حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا۔

اسپر نور انزتا ہی۔

مسخ

کلام اللہ کی آیتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہی کہ خدا نے بعض نافرمان اقوام کو ان کی سرکشی کی وجہ سے مسخ فرمادیا۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ

۲: ۶۵ — 2:65

اور ان لوگوں کے انجام کو تو تم جان ہی چکے ہو جنھوں نے تم سے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تو ہم نے ان سے کہا کہ بندر بن جاؤ کہ دھتکارے جاؤ

(۲) وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا

بنی اسرائیل سے ذرا اس گاؤں کا حال تو دریافت کرو جو دریا کے کنارہ واقع تھا۔ جب لگے سبت میں زیادتیاں کرنے کہ جب ان کی سبت کا دن

Read 5/60 4/154 4/47 98 7/163,164, 4/159 to understand this!

يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ ٧ : ١٦٣ و ١٦٤ و ١٦٥ و ١٦٦

ہوتا تو مچھلیاں سینہ سپر ان کے سامنے آجمع ہوتیں جب ان کے سبت کا دن نہ ہوتا تو مچھلیاں ان کے پاس بھی آکر نہ پھٹکتیں چونکہ یہ لوگ نافرمان تھے ہم بھی اسی طرح انکو مبتلائے آزمائش رکھتے۔ اور جب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ جن لوگوں کو خدا ہلاک کرنا یا اُن کو سخت عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ تمہارے پروردگار کے جناب میں الزام اتارنے کی غرض سے اور یہ کہ شاید یہ لوگ باز آجائیں تو جب نافرمان لوگوں نے وہ نصیحتیں جو ان کو کی گئی تھیں بھلادیں تو جو لوگ برے کام سے منع کرتے تھے اُن کو تو ہم نے بچالیا اور جو لوگ شرارت کرتے رہے اُن کو عذاب سخت میں مبتلا کیا۔ پھر جس کام سے اُن کو منع کیا جاتا تھا جب ان میں حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ ذلیل و خوار بندر ہو جاؤ۔

7 : 163-166

Reasoyat translator will have this problem always!

** ان آیات سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ لوگ در اصل بندر بن گئے یا آنکہ ان میں ایسے اخلاق پیدا ہوئے۔ اس میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ مگر جب احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ در اصل وہ لوگ انسانی حیثیت سے حیوانی خلقت میں داخل کیے گئے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مانتے تھے۔ چنانچہ اس کی تائید میں چند احادیث پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) حدثنا عبد الرحمن ابن غنم الاشعری قال حدثنی ابو عامر او ابو مالک الاشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہا ہم سے عبد الرحمن بن غنم نے کہا مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے (ابو داؤد کی روایت میں ابو مالک بغیر شک کے) اور خدا کی قسم اُنھوں نے

یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف و لینزلن اقوام الی جنب علم یروح علیهم بسارحة لهم یاتیهم یعنی الفقیر لحاجة فیقول ارجع الینا غدا فیبیتهم اللہ ویضع العلم و یمسخ آخرین قردۃ وخنازیر الی یوم القیمۃ۔

کتاب صحیح البخاری پارہ ۲۳ صفحہ ۵۴ مترجمہ مولوی وحید الزماں مطبوعہ مطبع احمدی لاہور۔

جھوٹ نہیں کہا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا اور حریر اور شراب کو اور باجوں کو (یا گانے بجانے کو) درست کر لیں گے۔ اور ایسا ہو گا کہ چند لوگ ایک پہاڑ کے بازو پر اتریں گے۔ شام کو اُن کا چرواہا اُن کے جانور لیکر اُن کے پاس آجائیگا۔ کوئی محتاج اپنی حاجت لیکر ان کے پاس آجائیگا تو اس سے کہینگے اسے فقیر کل آیو لیکن رات کو اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کا کام تمام کر دیگا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو جو پہاڑ پر گرنے سے بچ جائینگے بندر اور سور بنا دیگا۔ قیامت تک اسی صورت میں رہینگے۔

(۲) بخاری۔ ابو ھریرہ ان ابراھیم یری اباہ یوم القیمۃ علیہ الغبرۃ۔

ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ قیامت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے باپ کو دیکھینگے کہ اس پر خاک دھول پڑی ہی سیاہی اس کو لپٹی ہی۔

حدیث ا۔ تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار صفحہ ۱ مطبوعہ ۳۸ مطبوعہ مطبع نامی کانپور ۱۳۱۹ھ۔

بخاری میں اس کا پورا قصہ یوں ہی کہ جب قیامت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو جس کا نام آذر مشہور ہی عذاب میں گرفتار دیکھینگے تو کہینگے کیوں میں نے نہ کہا تھا کہ بت پرستی نہ کر میرا کہنا مان تونے نہ مانا۔ آذر کہیگا جو ہوا سو ہوا اب میں تمہارا کہنا مانوں گا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب الٰہی میں عرض کریں گے کہ اے میرے رب تونے مجھ سے وعدہ کیا ہی کہ میں تجھکو قیامت میں فضیحت نہ کرونگا اس سے زیادہ کون رسوائی ہو کہ میرے باپ کا یہ حال ہی۔ خدا فرمائیگا کہ میں بہشت کافروں پر حرام کر چکا ہوں یہ ممکن نہیں کہ یہ دوزخ سے نکلے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہو گا اپنے پاؤں کے

گے دیکھو تو دیکھنے کہ آذر خاک آلودہ جانور ہو گیا۔ پھر فرشتے اس کے پاؤں کو گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالدینگے

(۳) ابو سعید۔ ان امۃ من بنی اسرائیل مسخت فلا ادری ای الدواب مسخت۔

حدیث ۳۰۳ تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار صفحہ ۹۴

بخاری اور مسلم میں ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ایک گروہ کی خدا نے صورت بدل ڈالی ہے سو میں نہیں جانتا کہ وہ کون جانور کی صورت ہو گئے

بخاری اور مسلم میں پوری روایت یوں ہے کہ ایک گنوار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اُس نے کہا کہ یا حضرت میں اس جنگل میں رہتا ہوں کہ وہاں کے لوگوں کی خوراک سوسمار ہے سوسمار وہ جانور ہے جس کو ہندی میں گوہ کہتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے پوچھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے۔ تیسرے بار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر خدا نے لعنت کی اور اُن کی صورت بدل ڈالی۔ مجھ کو نہیں معلوم کہ وہ گوہ کی صورت ہو گئے یا اور کوئی جانور ہو گئے۔ سو میں تو اس کو نہیں کھاتا اور منع بھی نہیں کرتا۔

(۴) ابو ھریرہ فقدت امۃ من بنی اسرائیل لا یدری ما فعلت وانی لا اراھا الا الفار اذا وضع لھا البان الابل لم تشرب و اذا وضع لھا البان الشاۃ شربت۔

حدیث ۴۴ صفحہ ۱۰۲ تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار

بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا بنی اسرائیل کا ایک گروہ مسخ ہو گیا۔ نہیں معلوم کون صورت ہو گئی اور مقرر سوائے چوہے کے کوئی میرے خیال میں نہیں آتا جب چوہے کے آگے اونٹ کا دودھ رکھیے تو نہ پیے۔ جب اس کے سامنے بکریوں کا دودھ رکھے تو پی جائے۔

آیات و احادیث بالا سے جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو اس کی بداعمالی کی سزا اسی دنیا میں ملتی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو خدا نے مسخ فرمایا وہ اسی دنیا میں فرمایا نہ کہ اس سے باہر اور جو لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے ذلیل اور مستوجب عذاب ہوئے وہ اسی دنیا میں ہوئے نہ کسی اور دنیا میں اور پھر آیت ذیل سے اس کی تصدیق پوری طرح ہوتی ہے۔

95: 4-5 ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ سورہ التین پھر پھینکا ہم نے اس کو نیچوں سے نیچے۔

اسفل سافلین انسان کی تخلیق کی سب سے پہلی کڑی ہی۔ بہر حال اس کا انکار گویا بدیہیات کا انکار ہے جو امور ایسے ہیں جن کی کنہ تک پہنچنا خود عقل بشری سے نہ ہوتا ہو اس کے لیے نبی یا رسول کی ہدایت کی ضرورت یا خدا کا کلام مستند ہوتا ہی۔ اور ایسی محکم سند کے مقابل میں اس کا انکار صحیح نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں مسخ ہونیکا بیان ہے ایسا ہی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بھی مسخ ہونیکا ذکر ہے۔ مگر تھیاسوفیکل سوسائٹی جس کی پریسیڈنٹ مسز انی بیسنٹ ہیں۔ انھوں نے مسخ کا انکار کیا ہے۔ اور اسی سند پر دوسرے مولفین کتب تصوف نے تتبع کی ہی۔ انکا انکار ایک ایسے معاملہ میں جس کی تصدیق الہامی کتب کرتے ہوں۔ قابل وقعت نہیں ہوسکتا۔ اگر مسز موصوفہ اس کے نسبت کوئی الہامی دلیل ہندوؤں کے کتب سے یا کسی اور انبیا کی کتب الہامی سے دیں تو اس حالت میں ایک حد تک مسز موصوفہ کا قول قابل لحاظ ہوسکتا ہے۔ مگر مسز موصوفہ کے پاس بجز عقل کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہذا ہم مسز موصوفہ کو اس امر پر توجہ دلاتے ہیں کہ یا تو وہ اس کا ثبوت دیں یا ثبوت نہ دیسکتی ہوں تو ان الہامی باتوں کو مردود نہ ٹھرائیں ان کو انہی حالت پر رہنے دیں اس سے جو مصیبتیں دوزخیوں کے تکالیف کے متعلق کتب الہامی میں بیان ہوئی ہیں پورے طور پر چسپاں ہوتی ہیں۔ ورنہ ان کا اصلی معنی میں تسلیم کرنا لازم ہوگا۔ تصوف بھی ایک سائینس ہے اور ہر بات کے سمجھنے کے لیے معقولیت پیدا کی جاتی ہے۔ تو لازمی طور پر انسانوں کو جہنمی تکالیف کی برداشت اور وہ غذا جو جہنمیوں کے لیے مخصوص ہے کھانے کے لیے انسانی حالت سے جدا ایک ایسی حیثیت میں ماننا پڑیگا جو اس سے مناسبت رکھتے ہیں چنانچہ جہنمیوں کے نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں کانٹے کھلائے جائینگے۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ آیا انسانی اعضا کانٹے کھانے کی قابلیت رکھتے ہیں اگر نہیں تو پھر ان کو کانٹے کھلانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس پر وہ واقعہ جس کا ذکر علامہ سید شریف جمشی مواقف نے اپنی کتاب میں کیا ہے پورا اترتا ہے۔

مسز انی بیسنٹ وغیرہ تھیاسوفسٹ مسخ کا انکار کرتے ہیں

انسان کے ایک سے زیادہ وقت دنیا میں آنے کا کیا ثبوت ہے۔

بیشک یہ سوال نہایت غور طلب ہے۔ اس کا ثبوت کسی شخص خاص کے قول سے دیا جانا قابل لحاظ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہر شخص اپنی پچھلی حالت سے آگاہ ہوسکے۔ آگاہی کے لیے حد درجہ کی معلومات اور روحی قابلیت درکار ہے۔ اب اس کے ثبوت کا دار و مدار کلام خدا یا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر رہا جب ہم کلام خدا پر غور کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان دنیا میں ایک سے زیادہ دفعہ آتا ہے۔ جس کی تائید میں آیات ذیل پیش کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط ۲:۲۴۳
2 : 243

کیا تم نے ان لوگوں پر نظر نہیں کی جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر کے مارے نکل کھڑے ہوئے اور وہ ہزاروں ہی تھے۔ پھر خدا نے ان کو حکم دیا کہ مر رہو۔ پھر خدا نے ان کو جلا اٹھایا۔

2 : 243

(۲) اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ لا قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲:۲۵۹
2 : 259

یا مثلاً ان پر بھی نظر کی جو ایک بستی پر گزرے اور وہ اپنے چھتوں پر ڈھی پڑی تھی لگے کہنے کہ اللہ اس کو اس کے مرے پیچھے کیسے زندہ یعنی آباد کرے گا۔ اس پر اللہ نے اس کو سو برس تک مردہ رکھا پھر ان کو جلا اٹھایا اور پوچھا تم کتنی مدت رہے کہا ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم فرمایا بلکہ تم سو برس رہے اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ کوئی بسی تک نہیں اور اپنے گدھے کی طرف نظر کرو اور مقصود یہ ہے کہ تم کو لوگوں کے لیے ایک نمونہ بنائیں اور ہڈیوں کی طرف نظر کرو۔ ہم کیسے ان کو کھڑا کرتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان پر ظاہر ہوا تو بول اٹھے کہ اب میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ 2 : 259

2 : 259

(۳) كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ
2:28 ۲:۲۸

کیونکر تم خدا کا انکار کر سکتے ہو تم بے جان تھے تو اس نے تم میں جان ڈالی پھر تم کو مارتا ہے۔ پھر تم کو جلائیگا پھر اسی کے طرف لوٹائے جاؤ گے۔

2 : 28.

(۴) وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا

اور قیامت کے دن ہم ان لوگوں کو ان کے منہ کے بل

وَبُكْمًا وَّصُمًّا مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ
زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ
رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا اَوَلَمْ
يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا
لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۔ ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ : ۱۷
17:92-93-94

اٹھائینگے اندھے اور گونگے اور بہرے اور ان کا
ٹھکانا دوزخ جب بجھنے کو ہوگی ہم ان کے لیے اور
زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ان کی سزا ہے کہ وہ ہماری
آیتوں سے انکار کرتے اور کہا کرتے تھے کہ جب
ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائینگے تو کیا ہم ازسرنو پیدا
کرکے اٹھا کھڑے کیے جائینگے۔ کیا ان لوگوں نے
اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ جس نے زمین و
17:92-93-94 آسمان کو پیدا کیا ہے اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان جیسے
(آدمی دوبارہ) پیدا کرے اور اس نے ان کے
(دوبارہ پیدا ہونے کے) لیے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے
جس میں کسی طرح کا شک نہیں۔

(۵) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ
ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔ ۴۰ - ۳۰
30:40

اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم کو روزی دی
پھر تم کو مارتا ہے۔ پھر تم کو جلائیگا۔ بھلا تمہارے شریکوں
30-40 میں کوئی ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکے۔

(۶) قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ
فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ
40:11 ۱۱ - ۴۰

کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم کو دو بارہ مردہ اور
دوبارہ زندہ رکھ چکا تو ہم اپنے گناہوں کا اقرار
40:11 کرتے ہیں پھر نکلنے کی کچھ صورت ہے۔

(۷) وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ
يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۱۸-۱۷ : ۷۱
71:17-18

اور اللہ نے تم کو زمین سے اگایا پھر لوٹا کر اسی مٹی
71:17-18 میں تم کو ملا دیگا۔ اور تم کو اسی سے نکال کھڑا کریگا۔

آیت ہائے مذکورہ کے علاوہ اور آیتیں فٹ نوٹ میں دی گئی ہیں۔

(۱) اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۶۴ : ۲۷ -

27:64 بھلا کون ہے جو سرے سے بناتا ہے پھر اس کو دہراتا ہے۔

(۲) وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ
قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ
۲۵ و ۲۴ : ۷ 7:24:25

اور تم کو ایک وقت خاص تک زمین پر رہنا (ہوگا) اور
تمہارا سامان زیست بھی وہیں مہیا ہے خدا نے یہ بھی فرمایا کہ
7:24-25 7-24-25

ان آیات کے علاوہ کلام اللہ میں خاص ایک آیت ہے جس کے سوال سے تناسخ کا پتہ چلتا ہے

7-24-25 زمین ہی میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے نکال کھڑے کیے جاؤ گے

(۳) كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۞ ٧ : ٢٩ -

7-29 جیسا تم کو پہلے بنایا دوسری بار بنو گے ۔

(۴) اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ١٠ : ٤

16-4 وہی اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر ان کو دوبارہ زندہ کریگا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے انصاف کے ساتھ ان کو بدلہ دے ۔

(۵) قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞ ١٠ : ٣٤

10-34 [پوچھو تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے کہو اللہ ہی مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر ان کو دوبارہ پیدا کریگا ۔ تو تم اب کدھر کو الٹے چلے جاتے ہو]

(۶) وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ ١١ : ٧

11-7 [اور اگر تم کہو کہ مرنے کے پیچھے تم اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے جو لوگ منکر ہیں ضرور کہیں گے کہ یہ تو بس جادو گر کی سی باتیں ہیں ۔]

(۷) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ ١٦ : ٣٨

16-38 اور یہ منکر خدا کی بڑی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اس کو خدا نہیں اٹھا کھڑا کریگا ضرور دوبارہ اٹھا کھڑا کریگا یہ وعدہ برحق ہے (اس کا ایفا) اس پر لازم ہے مگر اکثر لوگ یقین نہیں کرتے ۔ 16-38

(۸) وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۞ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۞ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۞ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ ١٧ : ٤٩ تا ٥٢

16-38 (16-33-34) اور کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا ہم کو ازسر نو پیدا کر کے کھڑا کیا جائیگا ۔ کہو کہ تم پتھر یا لوہا یا کوئی اور چیز بھی بن جاؤ جو تمہارے خیال میں بڑی (سخت) ہو اس پر پوچھیں گے کہ ہم کو دوبارہ کون زندہ کر سکیگا ۔ کہو کہ وہی (خدا) جس نے تم کو اول بار پیدا کیا ۔ اس پر یہ لوگ تمہارے آگے سر مٹکانے لگیں گے اور پوچھیں گے بھلا قیامت کب آئیگی ۔ کہو عجب نہیں کہ قریب آ لگی ہو جبکہ خدا تم کو بلائیگا تو تم اس کے حکم کی تعمیل کرو گے

17:49-52 17:49-52

45-24-26

وہ آیت الجاثیۃ کے تیسرے رکوع کی ہے کفار عرب کہتے ہیں ۔

24 - 45:25-26

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ

اور کہتے ہیں اور نہیں ہے ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے ہیں

اس کی تعریف کرتے ہو اور خیال کرو گے کہ تم بس تھوڑے ہی دنوں رہے ۔

(۹) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ
مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ
مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا
الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا
فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا
آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝
ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۲۳: ۱۲ تا ۱۶
23:12-16

اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے
اس کو حفاظت کی جگہ نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفہ کا لوتھڑا
بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی نہیں بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بوٹی
کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا
پھر ہم ہی نے اس کو دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا تو خدا بڑا ہی
بابرکت ہے جو سب بنانے والوں میں بہتر بنانے والا ہے پھر اس کے بعد
تم کو مرنا ہے پھر قیامت کے دن اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے

23:12-16

(۱۰) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَ
آبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا هَٰذَا
نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ
الْأَوَّلِينَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝ ۲۷: ۶۷ تا ۶۹
27:67-69

جو لوگ منکر ہیں وہ تعجب کی راہ سے کہتے ہیں کہ کیا
جب ہم اور ہمارے باپ دادا گل سڑ کر مٹی ہو جائینگے
تو کیا ہم پھر نکالے جائینگے ۔ پہلے سے بھی ہمارے اور
ہمارے باپ دادوں کے ساتھ ایسے وعدے ہوتے
چلے آئے ہیں ہو یا نہ ہو یہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے
ہیں (ان سے) کہو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو گنہگاروں
کا کیا انجام ہوا ۔ 27:67-69

27:67-69

(۱۱) أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ
إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ
فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ
النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

۲۹: ۱۹ ۲۰

29:19-20

کیا لوگوں نے نظر نہیں کی کہ خدا کس طرح مخلوقات کو اول
بار پیدا کر کے پھر اسی کو دوبارہ دیگا یہ اللہ پر آسان ہے (ان کو)
سمجھاؤ کہ تم ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ خدا نے کس طرح پر
اول بار پیدا کیا پھر (وہی) اللہ آخری اٹھانا اٹھائیگا ۔
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ 29:19-20

29:19-20

45: 24-25	اور ہم جیتے ہیں اور مرتے ہیں سو ہم زمانہ سے اور ان کو کچھ	ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من
30:11	اللہ بناتا ہی پہلی بار پھر اُس کو دہرا دیگا۔ 30 : 11	(۱۲) اللّٰہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون
	زندہ کو مردہ سے نکالتا ہی اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہی اور	(۱۳) یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی
	زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہی اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے	ویحی الارض بعد موتھا وکذلک تخرجون ۰ ۳۰-۱۹
30:19-20	پھر جب وہ تم کو آواز دیکر زمین سے بلائیگا تو یں تم	(۱۴) ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا
30:19-20	نکل پڑو گے اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اسی کے ہیں	انتم تخرجون ۰ ولہ من فی السموات والارض
	اور سب اسی کے تابع ہیں اور وہی ہے جو مخلوقات کو	کل لہ قانتون ۰ وھو الذی یبدؤا الخلق ثم
	اول بار پیدا کرتا ہے پھر اُن کو دوبارہ پیدا کریگا اور یہ	یعیدہ وھو اھون علیہ ۔ ۳۰ : ۲۵ تا ۲۷
30:25-27	اس کے لیے بہت آسان ہے۔ 30 : 25-27	
	اور جو لوگ منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ کہو تو ہم تم کو ایسا	(۱۵) وقال الذین کفروا ھل ندلکم علی رجل
	آدمی بتائیں جو تم کو خبر دیگا کہ جب مرنے کے پیچھے ٹکڑے ریزہ	ینبئکم اذا مزقتم کل ممزق انکم لفی
	ریزہ ہو جاؤ گے تو ضرور تم کو نئے جنم میں آنا ہوگا معلوم	خلق جدید ۰ افتری علی اللّٰہ کذبا ام بہ
* Imp	نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے یا اس کو کسی طرح	جنۃ بل الذین لا یؤمنون بالاخرۃ
34: 7-8	کا جنون ہے۔ بلکہ جو لوگ آخرۃ کا یقین نہیں رکھتے مصیبت	فی العذاب والضلل البعید ۰ ۳۴ : ۷، ۸
	اور پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے کیا	(۱۶) ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون
	ہم اُٹھا کھڑے کیے جائینگے۔ کیا ہمارے اگلے باپ بھی	اوآباؤنا الاولون ۰ قل نعم وانتم داخرون
	کھو کر ہاں اور تم ناتوان ہو گے۔ قیامت تو ایک جھڑکا ہے	فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم ینظرون
	ادھر جھڑکا اُدھر سب لگے دیکھنے۔ 37 : 16-19	۳۷ : ۱۶ تا ۱۹ — 37 : 16-19
	اور کافر کہتے ہیں کہ یہ جو ہماری دنیا کی زندگی ہے اس کے	(۱۷) وقالوا ان ھی الا حیاتنا الدنیا وما نحن
	علاوہ اور کسی طرح کی زندگی نہیں اور یہ غلط ہے کہ مرے	بمبعوثین ۰ ولو تری اذ وقفوا علی ربھم
	پیچھے جلا اُٹھائے جائیں گے اور کاش تم دیکھو جب یہ لوگ	قال الیس ھذا بالحق قالوا بلی وربنا قال
	اپنے پروردگار کے روبرو کھڑے کیے جائینگے پوچھیگا	فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ۰ قد
	کیا یہ صحیح نہیں، وہ جواب دینگے ہم کو اپنے پروردگار کی	خسر الذین کذبوا بلقاء اللّٰہ حتی اذا جاءتھم

45:24-25-26

عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

خبر نہیں ان کی نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں اور جب سنائیں

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا
فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ
عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝
۶ : ۲۹ تا ۳۱
6:29-31

کی قسم ہاں۔ فرمایگا کہ تم جو انکار کرتے تھے اس کی
سزا میں عذاب چکھو۔ جن لوگوں نے اللہ کے حضور
میں حاضر ہونیکو جھوٹ جانا بلاشبہ وہ لوگ گھاٹے
میں رہے جب اکیدم قیامت ان پر آموجود ہوگی
تو چلا اٹھینگے کہ اسے افسوس ہماری کوتاہی پر۔
جو قیامت کے بارے میں ہم سے ہوئی اور اپنے
بوجھ اپنے پیٹھوں پر لادتے ہونگے دیکھو تو کیا ہی
برا بوجھ ہے جس کو یہ لوگ لادے لادے پھر رہے ہیں

6-29-31

(۱۸) وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا
تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ
فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ ۱۳ : ۵

اگر تم تعجب کرو تو کافروں کا قول بھی عجب ہی ہے
کہ جب ہم مٹی ہو جائینگے تو کیا ہم کو نئے جنم میں آنا ہے
یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا
اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے
اور یہی لوگ ہیں دوزخی کہ دوزخ میں ہمیشہ رہینگے
13-5

13-5

(۱۹) وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ
أُخْرَجُ حَيًّا ۝ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا
خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۝ ۱۹ : ۶۶
۶۷

جو آدمی پوچھا کرتا ہے کیا جب میں مر جاؤنگا تو ضرور
زندہ کرکے نکالا جاؤنگا۔ کیا آدمی یاد نہیں کرتا کہ
ہم نے اس کو پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی
نہ تھا۔ 19:66-67

19-66-67

(۲۰) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ
مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝
۲۰ : ۵۵

اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اس میں
تم کو لوٹا کر لائینگے اور اس سے تم کو دوبارہ نکال
کھڑا کرینگے۔ 20:55

20:55

45:24-25-26

اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا کَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا

ان کو ہماری آیتیں کھلی اور جھگڑا نہیں انکو مگر یہی کہ کہتے ہیں

(٢١) یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ
الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ
مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا
نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ
لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ۚ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ
مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ
عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَتَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا
عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ
مِنْ کُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ○ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْحَقُّ وَاَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ ○ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ
فِیْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ○

٢٢ : ٥ و ٦ و ٧

22:5-6-7

لوگوں اگر تم کو جی اُٹھنے میں کسی طرح شک ہو تو ہم نے تم کو
مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر پوری
بنی ہوئی اور ادھوری بنی ہوئی بوٹی سے پیدا کیا
تاکہ تم پر اپنی قدرت ظاہر کریں اور عورتوں کے
پیٹ میں ہم جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں وقت مقرر تک
ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر
(تم کو پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور
تم میں سے کوئی کوئی تو (عمر طبعی) سے پہلے مر جاتا ہے
اور کوئی کوئی سب سے زیادہ نکمی عمر یعنی بڑھاپے
کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے کہ جاننے کے پیچھے کچھ سمجھے نہیں
اور تو زمین کو دیکھتا ہے کہ بے حس و حرکت ہے
پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں وہ لہلہانے
لگتی ہے اور ہر طرح کی خوشنما روئیدگی اُگاتی ہے
یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ برحق ہے اور اس
کی کہ وہ مردوں کو جلائیگا - اور اس کی کہ وہ ہر چیز پر قادر
22:5-6-7 ہے اور اس کی کہ قیامت ضرور آنیوالی ہے اس میں کسی
طرح کا شک نہیں اور اس کی کہ جو لوگ قبروں میں ہیں
اللہ ان کو اُٹھائیگا -

(٢٢) فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ کَیْفَ یُحْیِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ۚ
وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ٣٠ : ٥٠

تو رحمت الٰہی کی طرف نظر کر کہ زمین کو اس کے مرے پیچھے
کیونکر جلا اُٹھاتا ہے کچھ شک نہیں کہ یہی (خدا) مردوں کو
30:50 جلانیوالا ہے - اور وہ ہر چیز پر قادر ہے - 30:50

(٢٣) وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ۙ ○ وَاَنَّهٗ خَلَقَ
الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ○ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا

اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے اور یہ کہ جب نطفہ
پہنچایا جاتا ہے تو وہی اس سے نر و مادہ دو قسم پیدا

قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قل الله	کہ لے آؤ ہمارے باپ داداؤں کو اگر تم سچے ہو تو کہہ	45:24-26
تُمْنٰى ۝ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرٰى ۝ ۵۳ : ۴۴ تا ۴۷	کرتا ہی اور یہ کہ دوبارہ جلا اُٹھانا اسنے اپنے اوپر لازم کرلیا ہی 53 : 44-47	53:44-47
(۲۴) زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۚ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ۶۴ : ۷	کافر کہتے ہیں کہ ہرگز ان کو دوبارہ نہیں اُٹھایا جائیگا کہو کہ ہاں ہاں مجھے اپنے پروردگار کی قسم ہے کہ تم ضرور اُٹھائے جاؤگے پھر جو کچھ بھی تم نے کیا ہے ضرور تم کو بتایا جائیگا۔ یہ اللہ کے نزدیک سہل ہی	64:7
(۲۵) يَقُوْلُوْنَ ءَإِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ ۷۹ : ۱۱ تا ۱۵	کہتے ہیں کیا ہم اُلٹے پاؤں لوٹائے جائینگے اور وہ بھی ایسی حالت میں جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہوجائینگے کہتے ہیں کہ ایسا ہوا تو یہ لوٹنا نقصان کی بات ہے، تو قیامت تو بس ایک ڈانٹ ہی اور ایک دم سے لوگ میدان حشر میں موجود ہونگے۔	79:11-15
(۲۶) ثُمَّ أَمَاتَهٗ فَأَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهٗ ۝ ۸۰ : ۲۱ و ۲۲	اُس کو مار دیا پھر اُس کو قبر میں داخل کیا پھر جب چاہیگا اُس کو اُٹھا کھڑا کریگا 80 : 21-22	80:21-22
(۲۷) فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ ۸۶ : ۵ تا ۸	تو انسان کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہی پانی سے جو اُچھل کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے بیچ میں سے۔ بیشک خدا اس کے لوٹانے یعنی دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔	86:5-8
(۲۸) يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ ۲۱ : ۱۰۴	جبکہ ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹینگے جیسے خطوں کا مکتوب لپیٹ لیا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے اول بار پیدا کیا تھا ان کو دوبارہ بھی (پیدا) کرینگے (یہ) وعدہ ہے اور ہم اس کو ضرور کرکے رہینگے۔	21:104
(۲۹) وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ	اور سُن رکھو کہ جس دن پکارنے والا پاس کے پاس سے (پکارنے)	

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ ۲۶،۲۵،۲۴:۴۵	اللہ جلاتا ہی تم کو پھر مار یگا تم کو پھر اکٹھا کریگا تم کو قیامت کے دن تک اس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ نہیں سمجھتے 45 : 24-25-26	45: 24-25-26
قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ ۵۰ : ۴۱ تا ۴۴	آواز دیگا جس دن اس فرشتے کے چیخنے کو بخوبی سن لینگے وہ دن نکلنے کا ہو گا۔ بیشک ہم ہی جلاتے اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف پھر آنا ہے جس دن مردوں سے زمین پھٹ جائیگی اور یہ زندہ ہو کر حساب کتاب کے لیئے نکلینگے جمع کر لینا ہمارے لیے سہل ہے۔	50: 41-44
(۳۰) إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ ۸۵ : ۱۳ (۳۱) قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ ۳۶ : ۷۹،۷۸	وہی اول بار پیدا کرتا ہی اور دوبارہ بھی کریگا کہتا ہے کون ہے کہ ہڈیاں گل گئی ہوں اور وہ ان کو جلا کھڑا کرے۔ کہو کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا وہی ان کو جلائیگا۔ وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ 36 : 78 - 79	36: 78-79
(۳۲) أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ ۳۶ : ۸۱	کیا جس خدا نے آسمان و زمین پیدا کیے وہ اس پر قادر نہیں کہ پیدا کرے۔ ہاں وہ بڑا پیدا کرنے والا اور ماہر ہے۔ 36 - 81	36: 81
(۳۳) وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ۝ رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ	اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور بندوں کو روزی دینے کے لیے اس کے ذریعہ سے باغ اگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی گپھیں خوب گتھی ہوئی ہوتے ہیں اور ہم نے مینھ کے ذریعہ سے مری ہوئی بستی کو جلا اٹھایا۔ اسی طرح نکلنا ہوگا۔ ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور خندق والوں نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے	

کلام اللہ شروع سے اخیر تک تناسخ کی تعلیم دیتا ہے اور احادیث شریف سے بھی یہی پتہ چلتا ہے اور جتنے قدیم

جَدِیۡدٍ ۝

٥٠: ٩ تا ١٥

50: 9-15

اور قوم لوط نے اور بن کے رہنے والوں نے اور تبع کے لوگوں نے سب ہی نے تو جھٹلایا تو ہمارا وعدہ عذاب ان کے حق میں پورا ہوا کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے تھے (نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں ہیں

50: 9-15

(٣٤) نَحۡنُ خَلَقۡنٰکُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ۝
اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ۝ ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ اَمۡ
نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ۝ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ
وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ۝ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ
وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ
الۡاُوۡلٰی فَلَوۡلَا تَذَکَّرُوۡنَ ۝

٥٦: ٥٧ تا ٦٢

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو تم سچ کیوں نہیں سمجھتے بھلا دیکھو تو کہ یہ منی جو تم (رحم میں) پہنچاتے ہو کیا اس کا آدمی تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔ ہم ہی نے تم لوگوں میں موت کا قرار داد کیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری شکلیں بدل دیں اور ایک اور ہستی میں جس کو تم نہیں جانتے تم کو نیا کھڑا کریں اور تم تو پہلے بنانے کو جان ہی چکے ہو کیوں نہیں سوچتے۔

56: 57-62

56: 57-62

(٣٥) وَہُوَ الَّذِیۡۤ اَحۡیَاکُمۡ ۫ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ
یُحۡیِیۡکُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ ۝

٢٢: ٦٦ 22: 66

اور لوگو وہی ہے جس نے تم میں جان ڈالی پھر وہی تم کو مارتا ہے۔ پھر تم کو جلائیگا۔ کچھ شک و شبہ نہیں انسان بڑا ہی ناشکر ہے۔ 22: 66

22: 66

(٣٦) مَا خَلۡقُکُمۡ وَلَا بَعۡثُکُمۡ اِلَّا کَنَفۡسٍ
وَّاحِدَۃٍ ؕ

٣١: ٢٨

تم سب کا پیدا کرنا اور تمہارا اُٹھا کھڑا کرنا ایسا ہے جیسا ایک شخص کا۔ 31: 28

31: 28

مذاہب میں ان سب میں تناسخ کی تعلیم ہی اور یہ ایک اہم اور مہتم بالشان معاملہ تھا۔

کلام اللہ کی تعلیم فرقانی ہی کلام اللہ کی جتنی تعلیم ہے فرقانی ہے تو اس مضمون کے نسبت اس سے بہتر موقعہ نہ تھا کہ اس کا فیصلہ قرآن کے ذریعہ سے عمل میں آتا کیونکہ ایک ادنیٰ بات لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ کی خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں تردید فرمائے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ ۝ اور دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جس کو انھوں نے از خود ایجاد کیا تھا ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ ۲۷ : ۵۷

57:27

اور اس کا فرق ظاہر کر دے جس میں کسی قسم کی اہمیت نہ تھی۔ یہ ایسا معاملہ جس پر ایمان لانا فرض ہی۔ بجز اس پر یقین اور ایمان لائے کے کوئی شخص اسلام میں شریک نہیں ہو سکتا۔ خدا کا کفار کے جواب میں سکوت کرنا بمنزلہ اقبال ہی۔

نفس انسانی کی خصوصیت نفس کی حالت میں ایک خاص خصوصیت یہ ہی کہ جہاں کوئی واقعہ ایک وقت ظہور میں آیا بار بار نفس میں اس کے ظہور کا رجحان ہو جاتا ہی۔ یہ ایک بین اور مسلمہ مسئلہ ہی جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان کا بار بار دنیا میں آنا صحیح ہوتا تو نفس انسان میں یا بہ الفاظ دیگر روح میں یہ رجحان کیونکر پیدا ہو سکتا۔ جیسا کہ آیت ہائے ذیل سے پتہ چلتا ہے۔

(۱) حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ۹۹ و ۱۰۰ : ۲۳

یہاں تک کہ جب پہنچی ان میں کسی کو موت کہیگا اے رب مجھ کو پھر بھیج شاید کچھ میں بھلا کام کروں اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا کوئی نہیں یہ بات ہے کہ وہی کہتا ہے اور ان کے پیچھے اٹکاؤ ہے جس دن تک اٹھائے جائیں۔ 23: 99-100

23:99-100

(۲) وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ۶ : ۲۷ و ۲۸۔

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ان کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں اے کاش کہ ہم کو پھر بھیجیں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتیں اور رہیں ایمان والوں میں۔ کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر پھر بھیجیں پھر کریں وہی جو منع ہوا تھا ان کو اور وہ جھوٹے ہیں۔ 6: 27-28

Proof you will never come back here!

پھر بھیجیں

6:27-28

(۳) رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ٥ ۳۲: ۱۲- اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ اب ہم کو پھر بھیج ہم کریں بھلائی۔ ہم کو یقین آیا۔ 32: 12 32-12

دنیا میں بار بار آنے کا خیال بے وجہ نہیں ہے چنانچہ مولانا روم رح اس کے نسبت اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:-

پس زِ دفع این جہان وآن جہان ماندہ اند این بے رہان بے این وآن

جبتک یہ لوگ نفس کے بتوں کو توڑ کر شرک سے پاک ہو کر اعمال صالحہ پر عمل نہ کریں گے۔ یہ دور ان کو لگا رہیگا آیات مذکورہ بالا کے علاوہ چند آیات اور ہیں جن سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ انسان دنیا میں بار بار آتا ہے

چنانچہ خداوند تعالے فرماتا ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۤءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۤءُ ج وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ٥ ۲۹: ۲۰و۲۱-

تو کہہ ملک میں پھرو پھر دیکھو کیونکر شروع کی ہے پیدائش پھر اللہ اٹھائیگا پچھلا اٹھان۔ بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے دکھ دیگا جو چاہے اور رحم کریگا جس پر چاہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ 29: 20-21 29: 20-21

اس آیت میں مضارع کی معنی جو مستقبل میں کیے گئے ہیں ان سے مطلب نہیں نکلتا۔ یعنے ملک میں پھرنیسے پھرنے والا پچھلے اٹھانے کو کیسے دیکھیگا۔ جبکہ اس کا وقوع ہی نہیں ہوا۔ ہاں اگر حال کے معنی کی جائے۔ یعنی تو کہہ ملک میں پھرو پھر دیکھو کیونکر شروع کی ہے پیدائش۔ پھر اللہ اٹھاتا ہے پچھلا اٹھان اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ اب آیت بالا کے معنی بہت صاف ہیں اس میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ نشاۃ الآخرہ کا سیر کرنے والے کو کیسے پتہ چلے۔ یہ بھی ویسی ہی آیت ہے جیسے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى کی نسبت خدا تعالیٰ نے۔ کفار پر الزام دیا ہے۔ مگر اس مقام پر آیت مذکورہ کا آخری بیان اس کی شناخت کے لیے ایک اشارہ ہے۔ یعنی جو لوگ عذاب وراحت میں ہیں اس پر سے اس کی تشخیص کی جائے۔ 7: 172 7/172

(۲) اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ٥ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ج

کوئی نہیں ان کو دھوکہ ہے ایک نئے بننے میں اور ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی ہیں اس کے جی میں اور ہم اس کے نزدیک ہیں دھڑکنی رگ سے

50:15-16

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ٥ زیادہ قریب 50:15-16

۵۰:۱۵و۱۶

جو جسم انسان زمین میں دفن ہوا ہے وہ نہیں اُٹھے گا

اس آیت سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ جو جسم زمین میں دفن کیا گیا وہ تو نہیں اُٹھیگا اگر وہی جسم اُٹھتا تو اُٹھنے والے کو اپنے مقام اور اپنی ذات کے پہچاننے میں دقت نہ واقع ہوتی۔ اور سنیّ بُنّے کا لفظ خود اس امر کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورۂ واقعہ کی آیت میں توضیح ہے

56:61

عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(۳) اَفَرَءَيْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝ ۱۹: ۷۷ تا ۸۰

بھلا تو نے دیکھا جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھکو ملتا ہی مال اور اولاد۔ کیا جھانک آیا ہی غیب کو یا لے رکھا ہی رحمٰن کے یہاں قراریوں نہیں ہم لکھ رکھینگے جو کہتا ہی اور بڑھاتے جائینگے اس کو عذاب میں لمبا اور ہم لینگے اس کے سرے پر جو بتاتا ہی اور آئیگا ہمارے پاس اکیلا۔ 19:77-80

19:77-80

کیوں خداوند تعالےٰ نے اس کے اس قول کا کہ "مجھ کو ملتا ہی مال اور اولاد" انکار نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے قول کو قبول فرماکر ارشاد فرماتا ہی کہ "وہ ہم لینگے اس کے مرنے پر جو بتا تا ہے"

آیت بالا کا شان نزول یہ بتلایا جاتا ہی کہ خباب رضی اللہ عنہ صحابی لوہار تھے۔ عاص بن وائل کافر نے ان سے تلوار بنوائی اور دام نہیں دیے۔ جناب رضی اللہ عنہ نے تقاضہ کیا۔ عاص نے کہا جبتک تم اسلام سے انحراف نہ کروگے میں تم کو ایک کوڑی نہ دونگا۔ جناب رضی اللہ نے کہا یہ بات تو مجھ سے ہونے کی نہیں اور اگر تو مر کر بھی جیئے تاہم میں کفر کرنے والا نہیں۔ عاص نے کہا کہ مر کر جیوں گا تو تم مسلمانوں کے عقیدے کے موافق وہاں بھی دنیا کا ساز و سامان سب کچھ ہوگا۔ اُس وقت میں تمہارے دام چکا دونگا۔

(۴) وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ ۲۱: ۹۵

اور مقرر ہوا ہے ہر بستی پر جس کو ہم نے کھپا دیا کہ وہ نہیں پھرتے۔ 21:95

21:95

صاحب تفسیر حسینی نے آیت مذکور کے معنی یہ لکھتے ہیں وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ و ممتنع است از اہل دیہے

Real QRAN for correct info

No Shane Nuzul pls!!

کہ مَآ اَهۡلَكۡنٰهَا ہلاک کردیم ایشانرا اَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ آنکہ ایشاں بازنہ گردند بہ دنیا۔ یعنی حرام است بر ہلاک شدگان کہ بہ دنیا رجوع کنند بجہت تلافی اعمال وتدارک احوال و بعضے لا را اصل دانند نہ زاید و گویند معنی آیت این است کہ ممتنع است بر ہالکاں و نشاید کہ رجوع نماید بمحشر برائے حساب بلکہ سابند و مراسب شوند و قول اول اشہر است کہ ایشاں را رجوع بدان عالم نہ باشد و در قبور معذب باشند۔

غیر مہلوک یعنی جو لوگ فطرتی موت سے مرتے ہیں وہ تلافی اعمال سابقہ کے لیے دنیا میں آتے ہیں

آیت بالا سے نہایت واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ غیر مہلوک تلافی اعمال سابقہ اور تدارک احوال کے لیے دنیا میں آیا کرتے ہیں۔ ایک دوسری آیت سورہ یٰسین میں ہے۔

36:31 اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَيۡهِمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ○ ۳۶:۳۱ کیا نہیں دیکھتے کتنے کھپا چکے ہم ان سے پہلے سنگتیں وہ ان پاس پھر نہیں آتے۔ 36-31

اس سے زیادہ ثبوت دنیا میں بار بار آنیکا اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اپنے خیالات کے لحاظ سے اس میں تاویل یا اس کے مطلب کو دوسری طرف پھیر دیں یا اپنی جدت پسندی سے نئے معنی پیدا کریں ایک اور جگہ سورہ مریم میں فرماتا ہے کہ

19:98 وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا ○ ۱۹:۹۸ کتنے کھپا چکے ہم ان سے پہلے سنگتیں۔ آہٹ پاتا ہے تو کسی کی یا سنتا ہے ان کی بھنک۔ 98-19

جن لوگوں کو خدا عمداً ہلاک کرتا ہے وہ دائمی انسانیت سے گرا دیے جاتے ہیں۔

قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ جن اقوام نے آیات خدا سے انکار کیا اور اُن کی تحقیر کی وہ اس قابل نہ رہے کہ ان کو طبقہ انسانیت میں رکھا جائے بلکہ وہ دائرہ انسانیت سے گرا دیے گئے۔ اس خیال کی تائید آیت ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ سے ہوتی ہے۔ اسفل سافلین جاندار مخلوق کی جس میں انسان بھی داخل ہے پہلی کڑی ہے چونکہ ایسے انسان جو خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کریں اس قابل نہ تھے کہ وہ اُن احکام کو سمجھیں لہٰذا ان میں صلاحیت پیدا ہونے کے لیے از سر نو ان کو ترقی حاصل کرنا ضرور ہوا۔ انسانیت بھی انسان کے لیے خدا کی رحمت ہے اور حیوانیت میں گرا دینا سخت عذاب ہے۔ اس خیال کی تائید آیت ذیل سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتا ہے۔

6-38 وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا طٰۤئِرٍ يَّطِيۡرُ بِجَنَاحَيۡهِ اور کوئی نہیں زمین میں چلنے والا اور نہ جانور ہے کہ اڑتا ہے

اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۵ ۶ : ۳۸ - دو پر سے گر ایک ایک ... ہی تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز - پھر اپنے رب کی طرف اکٹھے ہونگے

چرند و پرند بھی انسانوں کے ساتھ محشور ہوں گے

یہ امر ظاہر ہے کہ انسان ذی عقل اور صاحب ارادہ ہے اس وجہ سے وہ مکلف ہے اور بوجہ اس کے کہ اس پر اپنے اعمال کی جوابدہی لازم گردانی گئی ہے - اس لیے خدا نے وعدہ فرمایا کہ تم نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ تم کو دیا جائیگا - اس لیے تم پھر زندہ کیے جاؤ گے اور اپنے اعمال کا بدلہ پاؤ گے بخلاف اس کے حیوان مکلف نہیں ہے اور نہ اس کو سزا و جزا سے کوئی تعلق ہے پس ان کا میدان حشر میں جمع ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا - اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساہرہ یعنی میدان حشر جس کا ذکر سورہ والنازعات میں ہوا ہے یہی دنیا ہے جس میں ہم محشور ہیں اور ہمارے ساتھ چرند و پرند بھی محشور رہیں -

مخلوق جو ہلاک ہوئی ہو یا آنکہ اپنی فطرتی موت سے یا بلا عذاب مری ہو - ہر دو اس عالم سے مفقود ہو چکے ہیں نہ بجز مملوک اپنی اصلی حیثیت میں نظر آتے ہیں اور نہ وہ لوگ جو عذاباً فنا ہوئے - پھر خدا کا آیۂ "کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ" میں بالتخصیص یہ سوال کہ "آیت پاتا ہے تو کیسی یا سنتا ہے تو بھنک"، نہایت غور طلب - ہم جب اچھوں کی بھنک بھی نہیں سنتے ہیں تو یہ سوال خداوند کریم کا نہایت واضح طور پر بیان کر رہا ہے کہ اچھے لوگوں کی بھنک پہنچتی ہے گو لوگ اپنی جہالت سے نہ سمجھیں - پس ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد بھی اگر انسان اپنے خیالات پر اڑا رہے اور خدائی انتظام پر غور نہ کرے تو کیسے کسی نتیجہ پر پہنچے -

اس مقام پر مولوی محمد علی - یم - اے مترجم و شارح قرآن انگریزی کا خیال بھی بتلایا جائے تو بے موقعہ نہ ہوگا - مولوی صاحب آیۂ "حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ" کے فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس امر کا حقیقی پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ موت کا مزہ چکھ چکے ہیں وہ دنیا میں واپس نہیں بھیجے جاتے - اس کی تائید میں نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث پیش کی ہے جس میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ خدا نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جو کسی جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے پوچھا تم کیا چاہتے ہو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں پھر دنیا میں بھیجا جاؤں اور سچائی کے لیے پھر اپنی جان دوں - خدا تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ پھر واپس نہیں جا سکتے - لہذا اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ دنیا میں پھر واپس نہیں آتا - اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو قوم تباہ و برباد

کردی گئی وہ بھی واپس نہ ہوگی۔ مگر مولوی صاحب نے الفاظ قرآن پر غور نہیں فرمایا۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے
جو خدا سے باغی ہونے کے جرم میں ہلاک کیے گئے نہ کہ وہ لوگ جو معمولی موت سے مرتے ہیں اور نیز جس حدیث
سے استدلال فرمایا ہے وہ استدلال بھی قابلِ لحاظ نہیں ہے کیونکہ جو لوگ محض سچائی کی خاطر اپنے جان و مال کو خدا
کی راہ میں لٹا دیں ان لوگوں کا درجہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ انھوں نے اپنی جملہ نفسانی خواہشوں کے بتوں کو حقیر و
ذلیل سمجھکر سچائی پر قربان کردیا۔ گویا یہ لوگ روحی مقام پر پہنچ چکے اب ان کے واپس آنے کی ضرورت نہیں رہی دنیا
میں بار بار واپس آنا روحی ترقی کے لیے ہے۔ جب وہ درجہ حاصل ہوچکا۔ اب واپس آنے کی شرط باقی نہیں رہی
خدائی کارخانہ کے قانون مقررہ ہیں۔ کسی کے کہنے سننے سے خدا تعالےٰ اپنے قانون کو توڑتا نہیں اگر خدا
اس شہید کو پھر اس دنیا میں بھیجنا چاہے تو اس کو اختیار ہے مگر کہنے سننے پر وہ اپنے قانون کو توڑے یہ
ناممکن ہے جو کچھ عمل ہونا ہے وہ وقت مقررہ پر ہو رہیگا۔

اقوام عالم میں تناسخ کو کون مانتے ہیں۔

جملہ ہندوستان۔ چین۔ برما۔ وغیرہ جہاں تک ہندو و بدھ مذہب کے پیرو ہیں ان کا تو اس پر ایمان ہے
ان کے علاوہ جس قدر قدیم ترین مذہب ہیں۔ جیسے قدیم مصری۔ امریکائی۔ اور یورپ وغیرہ کے مذاہب
سب تناسخ کے قائل ہیں۔ قدیم عیسائیوں میں تناسخ کا خیال راسخ تھا۔ چنانچہ توریت میں پیشنگوئی ہے کہ
حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام آئینگے۔ مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں الیاس علیہ السلام
بھی آئینگے۔ جب مسیح علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال کیا کہ توریت
میں پیشنگوئی ہے کہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں الیاس علیہ السلام بھی رہینگے تو الیاس علیہ السلام کہاں ہیں
حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بتلایا کہ یہ روحی طور پر الیاس علیہ السلام ہیں۔ اس جواب کو
یہود نے قبول نہیں کیا اور اس وقت تک اس غلطی کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کے آنے کے منتظر ہیں۔
اس سے یہ پتہ چلا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام روحی طور پر الیاس علیہ السلام ہیں۔ صحیح بخاری مترجمہ مولوی وحید الزماں
پارہ ۱۳ صفحہ ۵ میں ایک حدیث ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام
ہیں جن کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کے قبل کا ہے اور حضرت الیاس علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے بعد کا ہے دونوں زمانوں میں ہزاروں برس کا فصل ہے حدیث یہ ہے:۔
یُذْکَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اِلْیَاسَ هُوَ اِدْرِیْسُ ابن مسعود اور ابن عباس سے منقول ہے کہ الیاس حضرت ادریس ہیں

امام محمد ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نصوص الحکم کے باب نص الیاسیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ الیاس علیہ السلام وہی ادریس علیہ السلام ہیں جو قبل نوح علیہ السّلام کے تشریف رکھتے تھے جن کے نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا۔

یہ سلسلہ یوں ہی حضرت ادریس علیہ السلام بشکل الیاس تشریف لائے اور حضرت الیاس علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں ظہور فرمایا۔

کتاب تالمد جو یہود کی کتاب ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہابیل نے جو آدم علیہ السلام کے فرزند تھے شیث علیہ السّلام کی حیثیت سے ظہور فرمایا۔ اور شیث علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیثیت سے[1]۔

عیسائیوں میں تناسخ کے خیال کی تجدید ہو رہی ہے اگر اس مقام پر انجیل کی چند آیتوں کا ذکر کیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

انجیل متی

آیت ۱۰۔ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ[2] دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کریگا۔

آیت ۱۳۔ اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے۔

متی ۱۷

آیت ۱۲۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور اُنھوں نے اُس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا اسی طرح ابن آدم بھی اُس کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائیگا۔

آیت ۱۳۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کے بابت کہا۔

یوحنّا

فریسیوں

آیت ۱۔ ~~فریسیوں~~ میں سے ایک شخص نیکودیمس نام یہودیوں کا ایک سردار تھا۔

آیت ۲۔ اس نے یسوع کے پاس رات کو آکر کہا کہ اے ربی ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے اُستاد

---

[1] کتاب دی انکارنیشن مصنفہ ای ڈی۔ والکر صفحہ ۲، مطبوعہ لندن

[2] ملاکی ۳۔

ہو کر آیا ہے۔ کیونکہ جو معجزہ تو دکھاتا ہے کوئی شخص نہیں دکھا سکتا جبتک خدا اُس کے ساتھ نہ ہو۔

آیت ۳۔ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا میں تجھسے سچ سچ کہتا ہوں کہ جبتک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو خدا کی بادشاہت نہیں دیکھ سکتا۔

آیت ۴۔ نیکودیمس نے اس سے کہا آدمی جب بوڑھا ہو گیا تو کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

آیت ۵۔ یسوع نے جواب دیا میں تجھسے سچ سچ کہتا ہوں کہ جبتک کوئی آدمی پانی اور روح سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

آیت ۶۔ جو جسم سے پیدا ہوا ہے وہ جسم ہے اور جو روح سے پیدا ہوا ہے وہ روح ہے

آیت ۷۔ تعجب نہ کر کہ میں نے تجھ سے کہا تمہیں نئے سرے سے پیدا ہونا ضرور ہے۔

آیت ۹۔ نیکودیمس نے جواب میں کہا یہ باتیں کیونکر ہو سکتی ہیں ؟

آیت ۱۰۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا بنی اسرائیل کا اُستاد ہو کر کیا تو ان باتوں کو نہیں جانتا۔

آیت ۱۱۔ میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو ہم جانتے ہیں وہ کہتے ہیں اور جسے ہم نے دیکھا ہے اس کی گواہی دیتے ہیں اور تم ہماری گواہی قبول نہیں کرتے۔

آیت ۱۲۔ جب میں نے تم سے زمین کی باتیں کہیں اور تم نے یقین نہیں کیا تو اگر میں تم سے آسمان کی باتیں کہوں تو کیونکر یقین کرو گے۔

مرقس

آیت ۱۳۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور جیسا اس کے حق میں لکھا ہوا ہے اُنھوں نے جو کچھ چاہا اس کے ساتھ کیا۔

یہود کے بعض فرقے تناسخ کو مانتے ہیں۔ پارسیوں میں جو ماجی فرقہ ہے ان کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مسز آنی بیسینٹ جو تھیا سوفیکل سوسائٹی کی پریسیڈنٹ ہیں اور جنھوں نے تصوف کے بہت سے مسائل کا بیان کیا ہے اور مسٹر لیڈ بیٹر جو سوسائٹی مذکور کے ایک ممبر ہیں ~~(بھی)~~ پچھلی حالتوں کا پتہ نکال کر اس کا اظہار اپنی تصانیف میں کیا ہے۔
این 1 بیس

یونان کے اکثر فلاسفر اس کے معتقد تھے۔ چنانچہ فیثا غورث جو یونان کا پہلا حکیم اور بہت بڑا فلاسفر تھا اور جو اس بات کا قائل تھا کہ آفتاب مرکز عالم ہے اور کرہ زمین بطور سیارہ اس کے گرد گردش کرتی ہے

اس کی اس تحقیق سے علماء اسلام کو بھی خبر تھی اس کے نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تناسخ کا بھی قائل تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک شخص کتے کو مار رہا ہے اور کتا چلاتا ہے۔ فیثا غورث نے اس شخص کو کتے کے مارنے سے منع کیا اور کہا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں۔ یہ میرا ایک دوست ہے جس کی روح اس کتے کے جسم میں آگئی ہے[۵۱]

اور خود فیثا غورث اور نیز دوسرے فلاسفر یونان اپنی پچھلی حالتوں کا علم رکھتے تھے۔

فیثا غورث کہتا ہے کہ میرے اس زمانہ سے تین سو برس قبل جو جنگ ہوئی تھی جس کو جنگ ٹرائی کہتے ہیں اس میں بحیثیت سپاہی شریک تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس کو مانتے تھے۔ چنانچہ اس کی تائید میں صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حدثنا یحییٰ ابن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی ابوسلمۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان ابابکر رضی اللہ عنہ اقبل علیٰ فرس من مسکنہ بالسنح حتیٰ نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتیٰ دخل علیٰ عائشۃ فتیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مغشی بثوب حبرۃ فکشف عن وجہہ ثم اکب علیہ فقبلہ وبکیٰ ثم قال بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتب علیک فقد متہا۔

صحیح بخاری مترجمہ مولوی وحید الزماں جلد ۱ صفحہ ۳۶

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا کہا ہم سے لیث بن سعد نے انھوں نے عقیل سے انھوں نے ابن شہاب سے کہا مجھ کو ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے خبر دی ان کو حضرت عائشہ نے (جب آنحضرت کی وفات ہوگئی) ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک گھوڑے پر سوار اپنے گھر سے جو سنح میں تھا آئے۔ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں گئے۔ کسی سے بات نہیں کی میرے حجرے میں آئے آں حضرت کی (نعش کی) طرف گئے آپ کو ایک یمن کے کپڑے سے ڈھانک دیا تھا۔ انھوں نے کپڑا اٹھایا پھر آپ کے اوپر اوندھے گر کر روئے۔ بوسہ دیا۔ کہنے لگے میرے

---

[۵۱] حاشیہ بر کتاب منقذ من الضلال امام غزالی از مولوی ممتاز علی صفحہ ۱۰۹

[۵۲] ~~دی ایکالوسس~~ صفحہ ۶، مصنفہ ای ڈی والکر مطبوعہ لندن۔
رکیا انکارنیشن

نا باپ آپ پر صدقے۔ اللہ تعالیٰ دو بار آپ کو
نہیں مارے گا۔ بس ایک موت جو اللہ تعالیٰ نے
آپ کے لیے لکھ دی تھی فرمایا (اِنَّكَ مَيِّتٌ)
وہ ہو چکی۔

مسلمانوں کے موجودہ اعتقاد کے لحاظ سے ایک کافر اور مشرک کو بھی دو موت نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت ایک ایسا جلیل القدر صحابی خلیفہ اوّل و مسلم اول یہ فرمائے کہ خدا آپ کو دو موت نہ دیگا نہایت درجہ غور طلب ہے۔

جملہ صوفیائے کرام تناسخ کو مانتے ہیں۔ مگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں اس کا ایک علیحدہ نام دور دیروز کا دیا ہے۔ جو تناسخ کا مترادف ہے۔

میر سید شریف محشی مواقف جن کا شمار علماء میں ہے خود معتقد تناسخ تھے۔ چنانچہ شرح مواقف میں وہ تحریر فرماتے ہیں "بعضے از اشخاص مرو لیست کہ میگفت من یاد دارم زمانہ را کہ در بدن شتر بودم محشی آں گفتہ کہ آں شخص مبارک شاہ سلجوقی بود کہ میگفت وقتے بود کہ در بدن شتر بودم۔"

در زبدۃ الاسرار میگوید کہ نفس ناطقہ ناقصہ بعد مفارقت بدن بہ بدن دیگر حیوانی یا انسانی انتقال کردہ کسب کمالات میکند۔

ملا محمد علی مشہدی در شرح باب الہدایۃ النہایۃ و سید عبد الاول در حاشیہ شرح حکمت العین و فاضل صدر الدین شیرازی در شواہد ربوبیہ میگویند کہ تناسخ در مذہب قدم محکم افشردہ است۔

چہرہ آرائے عرایش معانی بلا زمانی کہ اصلش از یزد است و وے از قائلین تناسخ بودہ گفت کہ روح نظامی گنجوی در جسم خود ظہور نمودہ چنانچہ ایں خیال را بہ لباس قال در آوردہ۔

در گنجہ فروشدم نے دیہہ ‌ ‌ ‌ از یزد برآمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید ‌ ‌ ‌ ہر چند فرو رود بر آید

سکندر نامہ صفحہ ۲۱۵ میں حضرت نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چو ہندوستاں پیر از خر فقاد ‌ ‌ ‌ بدر مردہ را ابچنیں گاو زاد
کجا گر دواز سیل جائے خراب ‌ ‌ ‌ بجوئے دگر کس در آرند آب

(۶) رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۳۲ ع ۱۲ — 32:12

اے ہمارے پروردگار تو ایک بار پھر (دنیا میں) بھیج کہ ہم نیک عمل کریں (اب) ہم کو (عاقبت) کا یقین ہے۔

(۷) وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ۴۲ : ۳۰ — 42:30

اور جو پڑے تم پر سختی سو بدلہ اس کا جو کمایا تمہارے ہاتوں نے۔

(۸) وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۳۷ ع ۹۶

اللہ نے بنایا تم کو اور تم جو بناتے ہو۔

(۹) وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۱۷ : ۱۳ — 13:17

اور ہم نے ہر آدمی کی برائی بھلائی کو اس کے ساتھ لازم کر کے اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے۔

(۱۰) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط ۱۳ : ۱۱ — 13:11

جو (نعمت) کسی قوم کو حاصل ہو جبتک وہ ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدائے تعالٰی اس میں کسی طرح کا تغیر نہیں کیا کرتا۔

اگر آیات متذکرہ بالا پر غور کیا جائے تو اس سے یہہ پتا چلتا ہے کہ انسان پر جو کچھ بلیات وغیرہ وارد ہوئے ہیں وہ اسی کے اعمال کے صلہ میں ہیں آیت ۱۰ خصوصیت کے ساتھ اس کی تصریح کرتے ہیں۔

ہرچہ بر تو آید از ظلمات و غم — این ز بیباکیست و گستاخیست ہم

ابر ناید از پے منع زکوٰۃ — وز زنا افتد وبا اندر جہات

آیت نشان ۱ میں خدا کا یہہ فرمان واشربوا فی قلوبہم العجل بکفرہم یہہ کونسا کفر ہے کیا یہ وہ کفر نہیں ہے جو قبطیوں کی ہمسائیگی میں انھوں نے زمانہ ممتد تک گائے کی پرستش کی تھی۔ کیا یہ وہی رجحان نہ تھا جو بار بار عود کرتا رہا ہی اور آخر میں بچھڑے کی شکل میں ظہور پایا۔ اور خدا نے ان کے اعمال کی سزا میں ان کے سزا دینے کے لیے کیا یہ مادہ ودیعت نہیں کیا تھا۔ اس کے سوا کچھ مطلب نہیں ہو سکتا آیت نشان ۲ میں خدا فرماتا ہے کہ اگر یہہ دنیا میں بھیجے جائیں تو جس چیز سے ان کو منع کیا گیا ہے اس کو پھر دوبارہ کریں اور کچھ شک نہیں یہ جھوٹے ہیں۔ خدا کا یہ فرمان غلط تو نہیں ہو سکتا کہ پھر وہ ویسا نہ کریں۔ جب وے دنیا میں بھیجے جائیں تو لامحالہ خدا ان کے مقدر اور خلقت میں ویسا ہی عمل جاری